عورت تیری کہانی...

مصنفہ:

نگینہ آصف

...عورت تیری کہانی

مصنفہ:

نگینہ آصف

شعبہ اشاعت۔
قومی ادارہ برائے وقار نسواں
پتہ: سکینڈ فلور، 21 ایسٹ
اشاعت کا سال 2017

تعارف

عورت کے سماجی مقام کا قومی کمیشن ایکٹ 2012ء (National Commission on the Status of Women Act, 2012) جسے خواتین کے اُن سماجی، اقتصادی، سیاسی اور قانونی حقوق کو فروغ دینے جانے کو یقینی بنانے کے لئے انتظامی اور اقتصادی طور پر ایک خود مختار ادارے کو فراہم کردہ NCSW کے گزشتہ آرڈیننس 2000ء کی جگہ لایا گیا ہے جس کی یقین دہانی پاکستان کا آئین کرتا ہے اور جو اُن متعدد کنونشنز، اعلامیوں اور معاہدوں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے جو پاکستان نے عالمی سطح پر کر رکھے ہیں۔

اس ایکٹ میں NCSW کے دائرہ اختیار کا تعین (قوانین کی جانچ اور جائزے، حکومتی پالیسیوں، پروگراموں، اقدامات اور ان پر عملدرآمد سے لے کر صنفی مساوات اور خواتین کی خود مختاری کو ممکن بنانے اور [معاشرے میں موجود] صنفی امتیاز کے خاتمے کے لئے سفارشات دینے تک) بہت جامع طور پر کیا گیا ہے۔

اس کے دائرہ اختیار میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے مرتب کی جانے والی بین الاقوامی دستاویزات پر دستخط کرنے اور ان کی توثیق کرنے کے لئے سفارشات کرنا، پالیسیاں بنانے اور ان پر عمل درآمد کے لئے تحقیقی کام کرنے اور اعداد وشمار اکھٹے کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا، غیر سرکاری تنظیموں، [متعلقہ

ماہرین اور دیگر شخصیات کے ساتھ روابطہ قائم کرنا، دوسرے ممالک میں اس حوالے سے کام کررہے اداروں کے ساتھ شراکت قائم کرنا بھی شامل ہے۔

اس کے علاوہ کمیشن کو اس بات کا اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ کسی بھی سرکاری ذرائع سے معلومات، اعدادوشمار یا دستاویزات طلب یا حاصل کرسکے اور کسی بھی فرد کو حاضر ہونے پر مجبور کرنے اور دستاویزات تیار کرانے کے لئے کمیشن کو سول کورٹ کے اختیار حاصل ہیں۔ کمیشن کسی بھی جیل یا ذیلی جیل کا دورہ کرسکتا ہے اور خواتین کے حقوق کی بحالی کے لئے مداخلت کرسکتا ہے۔

NCSW کا مینڈیٹ/مقاصد

ا۔ خواتین کے مفادات کو فروغ دینا اور تحفظ فراہم کرنا۔

۲۔ [ملکی] آئین اور بین الاقوامی معاہدوں اور وعدوں کے مطابق قانون کے سامنے صنفی عدم مساوات کو ختم کرکے برابری کی سطح پر لانا۔

قومی ادارا برائے وقارِ نسواں نے یہ ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس میں خواتین کو حوصلہ افزائی کے لئے کام کیا جائے گا اور یہ شاعری کی کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اگر آپ نے بھی کسی میدان میں کوئی غیر معمولی سرگرمی سرانجام دی ہے تو آپ بھی ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔

دیباچہ

بے ساختہ، معصوم نظمیں، جو سچی ہیں، کئی جگہ تو اتنی سچی ہیں کہ پڑھتے ہوئے آنسو نکل آتے ہیں۔ میں تو ایسی نظمیں لکھ لکھ کر بوڑھی ہو گئی۔ مگر آج کی بچی کے اندر، اتنا سچ، اتنی گویائی کہاں سے آ گئی۔ مجھے اسکی نظمیں پڑھ کر ڈر بھی لگتا ہے کہ ہم لوگوں نے معاشرے کو اتنا خراب کر دیا ہے کہ چھوٹے بچے بھی خواب میں پریاں نہیں، دکھی اور بوڑھے ماں باپ کی تنہائیاں اور بے آسرا پن دیکھتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں جس املاء میں اس بچی نے لکھا ہے، اسی میں یہ کتاب چھپے کہ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسل ان نظموں کو پڑھیں تو آئینہ دیکھیں اور خود سے پوچھیں کہ ہم نے ان نئی بچیوں کو کیا دیا ہے۔

مجھے فخر ہے میں اسکا دیباچہ لکھ رہی ہوں۔ میں بچپن میں گڑیا تو نہیں کھیلی، مگر اتنا سچ بھی نہیں دیکھا۔ جیتی رہو۔

کِشور ناہید

فہرست

01 اے عورت 01

02 ہائے تیرا نصیب عورت 05

03 اک سچ 07

04 بندہ تو میں سادہ ہوں 11

05 بیٹی پرائی پر درد اپنا 13

06 اک چپ سو سکھ 17

07 تیری سادگی پہ صدقے 21

08 پرانی کہانی نہیں بات نئی ہے 23

09 ہم دونوں کو عقل آتی نہیں 26

10 ہر ہفتے مدر ڈے 27

11 گھریلو عورت 29

12 کبھی کسی دن 31

13 مجھے کہنا کیا ہے 33

14 بیٹی کا ڈر 36

15 دکھ سکھ کے ساتھی 37

16 نہیں بھولے ماں 38

17 کبھی تو بول 41

18 رنگ دنیا کے ہوا زمانے کی 44

19 سچا سچ 45

20 پاکستان میرے پیارے پاکستان 47

21 سکون 49

22 عشق کیا ہے 51

23 یادیں یادیں 53

24 میں نے دیکھا 55

25 ملن کی رت نہ کبھی آئے 57

26 بھٹکا جگنو 59

27 بندے خدا کے 62

28 یہ دنیا رنگ برنگی 64

29 پردیس جانا آسان نہیں 67

30 بھولے کبوتر 69

31 عشق اندھا نہ ہے 70

32 ننھی دعا 72

33 ممتا کا رنگ ایک (APS کے بچوں کی یاد میں) 74

34 کیا نیا زمانہ آیا 78

35 کیا فیشن آیا ہے 81

36 کاش 83

37 اے بندے! بندہ بن جا 84

38 عاشقی 86

39 غزل .... تیری الفت کا نہیں قربت کا طلبگار تھا 88

40 غزل .... ہے وفاؤں سے وہ بے خبر تو کیا ہم جانتے ہیں 89

41 غزل .... تیرے دل میں کاش میرا خیال ہو 90

42 غزل .... وہ جاتے ہوئے مجھے آنسوؤں کی سوغات دے گیا 91

43 غزل .... بے وفاؤں سے وفا کر کے کوئی دکھائے تو بات بنے 92

اے عورت

اے عورت

نہ یہ قصہ ہے نہ یہ کہانی ہے
یہ تیری میری آنکھوں کا پانی ہے
جو ازل سے ان آنکھوں میں رہتا ہے
ختم نہیں ہوتا بس بہتا رہتا ہے
اک جوان سہمی چادر میں لپٹی ہوئی لڑکی
سے پوچھے ہے کالے کوٹ والا عجب سوال
دیتی کیوں نہیں میری باتوں کا جواب
پوچھتا ہوں تجھ سے میں سوال
سر سے اپنی چادر اتار کے بولی
طوفان کے لہجے میں وہ سہمی لڑکی
کالے کوٹ والے اس میں تو اپنا اب منہ چھپا
میری شرم وحیا کی چادر اتار ڈالی ہے تو نے
اب یہ لے میری کپڑے کی چادر
جو تیری رگوں میں بہتا
اس کے اندر بھی یہی خون بہتا تھا
جیسا تیرا لہجہ ہے اسکا انداز ایسا تھا

تیرا جب دنیا میں وجود بھی نہ آیا

تب سے عورت کا خون ہے پیتا آیا

پہلے اس نے تجھے جنم دیا وہ تیری جنت ہوگئی

پھر تو نے اسے جنم دیا اور تیری رحمت بن گئی

اسی کا خون پی کے اسی خون سے اپنے ہاتھ رنگ ڈالے

ان ہاتھوں سے تو نے اسکو جلایا ہے

زندہ زمین میں کئی بار گاڑ آیا ہے

کبھی وحشی بن کر تو اس پر چھایا ہے

عمر کا لحاظ بھی کبھی تو نہ کر پایا ہے

تو نے اپنے ہر ظلم کا نشانہ اسے بنایا ہے

جھانک اپنے اندر

مجھ سے کیا پوچھتا ہے

پوچھ اس اندر بیٹھے مرد سے

کیا کیا وہ کر سکتا ہے

اپنے کپڑے پھاڑ کر کیا میں دکھاؤں

میں کیوں اپنا منہ اب چھپاؤں

اب تو اپنا منہ چھپا

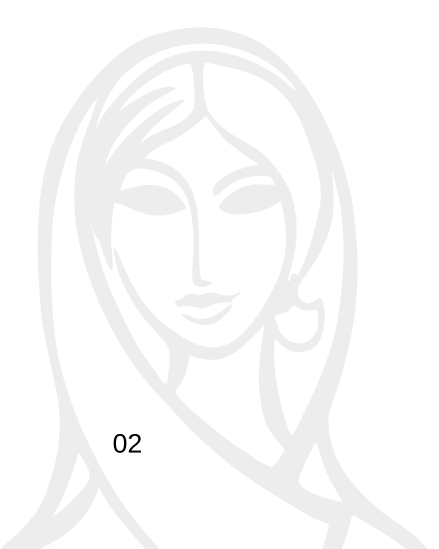

تیری ذات کا ہی تھا وہ

جس نے میری عزت کو تار تار کیا
صدیوں سے لے کر اب تک بار بار کیا

پوچھ اپنے اندر بیٹھے مرد سے
وحشت کا نشانہ کیوں بناتا ہے
کیوں اسے خوف خدا نہیں آتا ہے

پہلے تو عورت تھی
پھر تیری ماں بنی پھر تیری بہن پھر بیٹی بنی

نہ کہانی ہوں نہ قصہ ہوں
جس نے تجھے جنم دیا میں اسی عورت کا حصہ ہوں
اے مرد ذات تیری جنت میرے قدموں تلے ہے

پوچھ اپنے رب سے
اس نے کیوں ایسا کیا
پہلے عورت بنی پھر ماں اور پھر قدموں میں
اس کی جنت بنی

پوچھ خود سے اس نے مجھے برباد کیا یا اپنی جنت کو برباد کیا
تجھے اپنی ماں بہن بیٹی نظر نہ آئی

اے مرد ذات! تیری جنت میرے قدموں تلے ہے

پوچھ اپنے رب سے

اس نے کیوں ایسا کیا

پہلے عورت بنی پھر ماں اور پھر قدموں میں

اس کی جنت بنی

پوچھ خود سے اس نے مجھے برباد کیا یا اپنی جنت کو برباد کیا

تجھے اپنی ماں بہن بیٹی نظر نہ آئی

اے مرد ذات

اپنی بہو بیٹی کو کیوں چادر میں لپیٹ کر رکھتے ہو

تم یہ چادر خود کو لپیٹنے کیلیئے رکھو عورت کبھی نہ کہے گی یہ

نہ قصہ ہوں نہ میں کہانی ہوں

نہ آنکھوں کا پانی ہوں

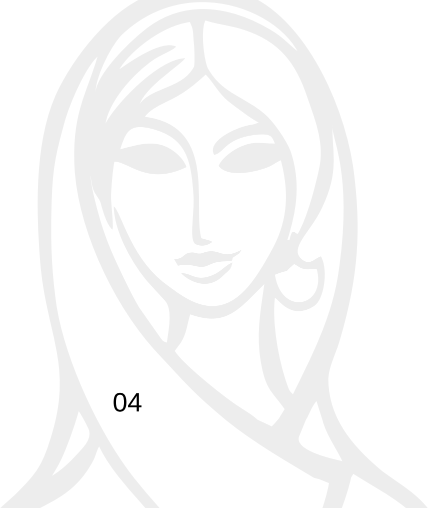

ہائے تیرا نصیب عورت

دیکھا تو بوند جانا سمندر ہے تو
تیری کیا تعریف کروں اپنی تعریف ہے تو
سچ مان اس دنیا کا دوسرا چاند ہے تو
سسی سوہنی ہے ہیرا بھی ہے تو
حسن بھی تو عشق بھی ہے تو
وفا بھی تو قربانی بھی ہے تو
حیا بھی تو چاہت بھی ہے تو
باپ کی رحمت بچوں کی جنت ہے تو
شوہر کا سکون دل تو! بھائی کی دعا سلامتی ہے تو
ڈاکٹر بھی تو دوا بھی ہے تو
ہر گھر کی خادمہ اور مہارانی بھی ہے تو
مختصر یہ کہ شاعروں کی شاعری ہے تو
پر اک بات تو بتا
دھوپ کے ستائے زرد پتوں جیسی کیوں ہے تو
جن کو نصیب سر پھری ہوا کی طرح اڑتا ہے
کچھ کو محلوں کی چھت
تو کچھ کو بازاروں کی گلیوں میں

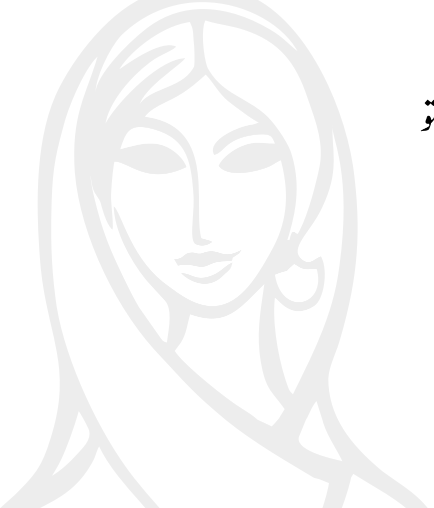

تو کچھ کو پھولوں کی کیاریوں میں

تو کچھ کو خاردار جھاڑیوں میں

کچھ کو سکول کے آنگن میں

تو کچھ کو سڑکوں کے کناروں میں

کچھ کو تپتی دوپہر میں تو کچھ کو

گھنی ٹھنڈی چھاؤں میں

چھوڑ آتا ہے اور

پلٹ کر بھی نہ جاتا ہے

ہائے تیرا نصیب تیرے ساتھ کیا کیا کر جاتا ہے۔

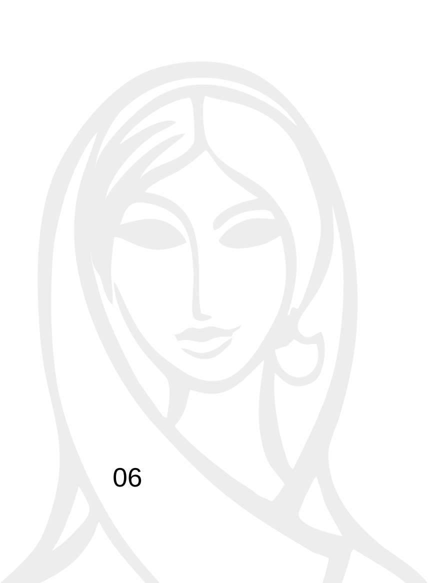

اک سچ

یہ اک سچ ہے
کہ میں اک عورت ہوں
چٹان سے زیادہ مضبوط اور موم سے زیادہ نرم ہوں
یہ اک سچ ہے
پورے گھر کو سنبھالتے سنبھالتے
خود بکھری بکھری رہتی ہوں
یہ اک سچ ہے
دوسروں کے سامنے دامن پھیلانا
میری اندر کی عورت کو پسند نہیں
تب ہی
ستراں گھنٹے کام کر کے جب سات گھنٹے
سو کر اٹھتی ہوں تو لگے بہت سولیا
یہ اک سچ ہے
کہ عام عورتوں سے کچھ نرالی ہوں
تب ہی تو شوہر کی تنخواہ پکڑنے کی بجائے
اپنی تنخواہ اسے پکڑاتی ہوں
تب ہی تو

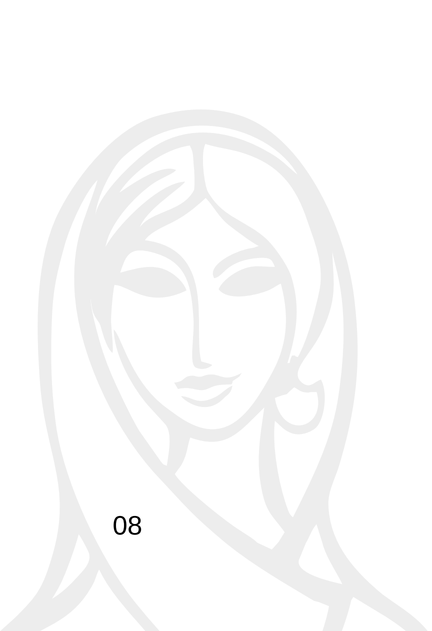

گھر کا کرایہ بچوں کی سکول رکشے

فیس اور گھر چل رہا ہے

یہ اک سچ ہے

کہ میں ورق بہ ورق اسکے سامنے

کھلتی رہی پر وہ مجھے کبھی پڑھ نہ پایا

پھر بھی

میں خود پے فخر کرنے لگی

اپنی قیمت بڑھانے لگی

مجھے لگا

جتنا میں شوہر کے لئے بچوں کے لئے کرتی ہوں

اتنا تو ہر عورت نہیں کرتی

تب ہی تو میں لاکھوں کی ہوں

کیونکہ ہزاروں روپے تنخواہ سے ایڈوانس

لے آتی ہوں

تا کہ

گھر کا کرایہ بل اور کسی کا ادھار وقت

پر ادا ہو جائے

یہ اک سچ ہے

کہ میں حیران ہوں

کس ادا سے میرے شوہر نے میری

اتنی وفا کا حق ادا کیا

ہنستے ہنستے

جب ہم بازار سے گزرے

میری نظر جا پڑی کتابوں پے

صرف (70) ستر روپے کی دو کتابیں تھیں

شوہر نے بڑے بے دل ہو کر میرے وفا کی

قیمت ادا کی

بڑی ایسی کتابیں پہلے بھی ہیں کیا ان پے فضول خرچ کرنا

یہ اک سچ ہے

میرے اصرار پے اسکی حقارت بھری

نظروں نے مجھے چور کر دیا

دل کے ٹوٹنے کی آواز سننے کی دیر تھی

کہ میری آنکھوں میں آنسو پتھر بن گئے۔

اور دل نے دکھ کا ایسا راگ چھیڑا

جس میں یہی لہر تھی

تیری قیمت لاکھوں کی نہیں

ستر (70) روپے کی بھی نہیں

یہ اک سچ ہے

پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا ہے

پر مویا دل کبھی نہ اتنا رویا ہے

اب تو تنہائی

میرے کانوں میں آ گنگناتی ہے

تو تو پگلی ہے جو اپنی قیمت لاگھوں لگاتی ہے

یہ اک بڑا سچ ہے

اسکے لئے گھر کے لئے میرے بے لوث

چاہت میری پندرہ سالوں کی خدمت کی

قیمت 70 روپے بھی وہ لگا نہ پایا۔

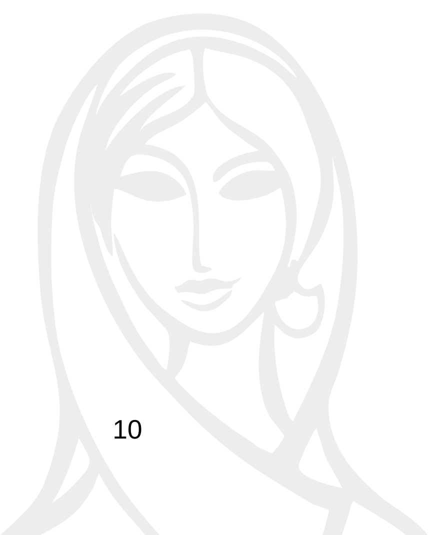

بندہ تو میں سادہ ہوں

میرا شوہر مجھے بتاتا ہے

مجھے اظہار الفت نہیں آتا

بندہ میں تو ہوں سادہ

کچھ نہیں میں چھپاتا

میں تمھیں چاہتا ہوں

سیدھی بات بتاتا ہوں

تو بھی اپنے دل کی بات بتانا

اپنی محبت کبھی نہ چھپانا

میں بولی

ساجن میں بھی ایسی ہوں

تیرے رنگ جیسی ہوں

شوخی مجھے آتی نہیں

نفرت مجھے بھاتی نہیں

تجھے اپنے دل کی بات سچی بتاتی ہوں

جو لکھا ہے شعر تیرے لئے تجھے سناتی ہوں

آنسو بنا کر آنکھ سے گرنے نہ دینا

قدموں کی خاک میں مجھے ملنے نہ دینا

گلاب ہوں میں وفا کے چمن کا

جفا کی دھوپ میں مجھے جلنے نہ دینا

سن بات میرے

جھکا سر اٹھا بولا

تو کیسی باتیں بتاتی ہے

ایسی باتیں میرے سمجھ میں تو نہ آتی ہے

بندہ تو میں سادہ ہوں

کچھ بات نہ چھپاتا ہوں

سیدھی بات بتاتا ہوں

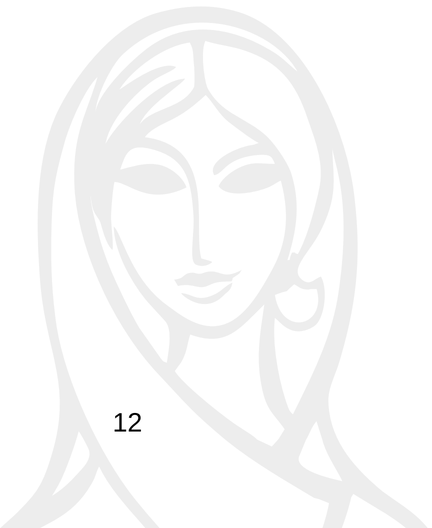

بیٹی پرائی پر درد اپنا

میری ساس بڑے چاہ سے مجھے بیاہ لائی

مجھے زندگی کی نہ ہی تلخی سب پیار سے سکھائی

کبھی نہ کی اسنے مجھ سے لڑائی

سدا مجھے اچھی بات بتائی

میں نے اپنے اور اسکے رشتے کو پیار سے سجایا

ماں کا روپ میں نے ساس میں پایا

پر جب اسکی بیٹی کالج سے پڑھ کر آتی

میری سمجھ نہ جانے کس طرف کو جاتی

بڑی مشکل میری بیٹی کی ہے پڑھائی

وہ تھک کر کالج سے ہے آئی

روٹی تم جلدی پکانا

ذرا تم دستر خوان بھی لگانا

میرے ماتھے پے ابھی بل نہ آیا

اس نے جلدی سے مجھے یہ سنایا

میرے بیٹی پرائی ہے

قسمت میں اسکی ودہائی ہے

جب میں امید سے ہوتی تھی

ٹانگیں درد سے روتی تھی

میری ساس نے مجھے بتایا

حوصلہ دیتے سمجھایا

بیٹی ہم پے بھی یہ دن آئے ہیں

ہم نے سارے کام ہی نبھائے ہیں

آرام ہی نہ تم کرتی رہنا

کچھ کام کاج تم کرتی رہنا

اسے رات کو سوچ کر سونا ہوتا تھا

سوچ سے پہلے مجھے جگانا ہوتا تھا

جب صبح ہو جاتی

میرے کمرے کے باہر سے آواز آتی

بیٹی اٹھ جا

تیرے ابا نے کام پے جانا ہے

تجھے ناشتہ بھی بنانا ہے

آنکھوں میں نیند لے کر میں اٹھ جاتی

باری باری سب کی پسند کا ناشتہ بناتی

آج جب اس نے اپنی بیٹی ہے بیاہی

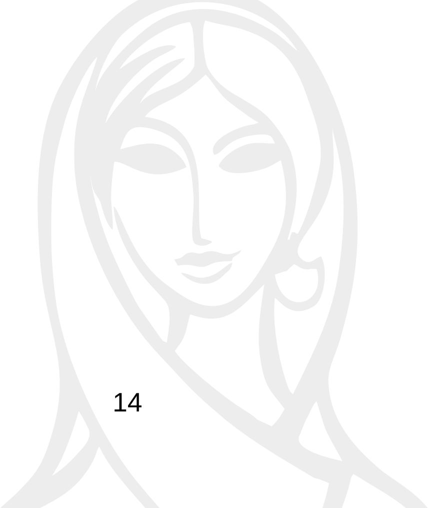

گود بھر کی رسم کر گھر لے آئی

اک نئے رنگ کی نئی بات بتائی

نازوں میں پلی میری بیٹی اپنا کام بھی نہیں کر پاتی

ساس سسر کی بیچاری روٹی ہے پکاتی

اس نے اچھا پہنا اچھا کھایا

شوہر نے دیکھو کیا حال بنایا

اپنے کپڑے استری کرواتا ہے

ناشتہ بھی اس سے بنواتا ہے

نندیں آرام فرماتی ہیں

میری بیٹی سے کام کرواتی ہیں

حالت دیکھو میری بیٹی کی کیسی ہے

بیٹھے بیٹھے اب تھک جاتی ہے

ماں اسکو تیل بھی لگاتی ہے ٹانگیں بھی دباتی ہے

پھر آواز لگاتی ہے

مجھے بلاتی ہے

میری بیٹی کے لئے دودھ کا اک گلاس لانا

اس کا بستر بھی بچھانا

میں اس کا منہ تکتی رہ گئی
دل ہی دل میں یہ کہہ گئی
ماں یہ تو تیری بیٹی پرائی ہے
جسکی تو نے کی ودہائی ہے
آج مجھے ساری بیتی باتیں یاد آئیں
آنکھوں میں پانی کی ساتھ لائی آئیں
میں نہ جانے کیوں پتھرا سی گئی
اور گھنٹوں یہی سوچتی رہ گئی
جو بات تو نے مجھے بتائی
وہ بات بیٹی کو کیوں نہ سکھائی
تو نے ہمیشہ یہی بات سنائی
کہ میری بیٹی ہے پرائی
بیٹی اگر پرائی ہوتی ہے
کیوں اس کی تکلیف اپنی ہوتی ہے

اک چپ سو سکھ

یہ کیسی بات ماں تو نے مجھے بتائی
جو میں کبھی نہ بھول پائی
تیرے آنگن میں کھیلنا چاہتی تھی
تیرے ساتھ ابھی بہت باتیں کرنا چاہتی تھی
میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی
پر میں چپ رہی مجھے تیری بات یاد آئی ماں
اک چپ سو سکھ
اسکی میری جب تکرار ہوتی ہے
وہ مجھے مارتا ہے مجھ پہ چیختا ہے
میں مار کھا کر
گالی لے بھی چپ رہتی ہوں
کچھ نہیں کہتی تیری بات یاد آئی ماں
اک چپ سو سکھ
جب اسکا جی چاہتا ہے
میرے بچے مجھ سے چھین لیتا ہے
دھکے دے گھر سے باہر نکال دیتا ہے
میں کچھ نہیں کہتی چپ ہی رہتی ہوں ماں

تیری بات یاد آئی ماں

اک چپ سو سکھ

مفلسی اپنی کو میں چھپاتی ہوں

بجٹ اپنے گھر کا میں ایسے بناتی ہوں

بیمار ہو جاؤں تو ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتی میں

جب درد سے لڑتے لڑتے جیت جاتی ہوں میں

پھر تیری بات یاد آتی ہے ماں

اک چپ سو سکھ

میں کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتی

چند دن تیرے گھر کی التجا کرتی ہوں

تیرے گھر آ کے رہنے نہیں دیتا

تجھ سے سکھ دکھ کی کوئی بات کہنے نہیں دیتا

میں پھر بھی چپ ہی رہتی ہوں

تیری بات یاد آئی ماں

اک چپ سو سکھ

جب نیند کے خمار سے میری آنکھیں بوجھل ہوتی ہے

وہ مجھے بلاتا ہے

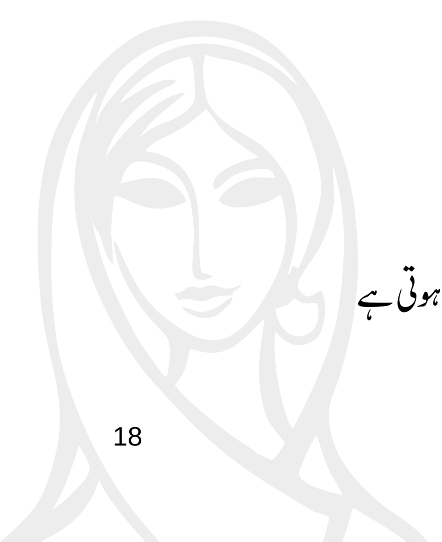

آج میں تھک گیا ہوں میرے پاؤں دبانا

اسکے پاؤں دباتے دباتے میں نیند کے جھولے جھولتی ہوں

ماں مجھے بھی نیند آتی ہے

نہیں کہتی چپ ہی رہتی ہوں

تیری بات یاد آئی ماں

اک چپ سو سکھ

اک بات بتا ماں

یہ سکھ ہوتا ہے کیا ماں

اک سکھ کو پانے کے لئے ہزار بار چپ رہی ماں

میں نے اپنی ساری عمر گنوائی

پر سکھ کی اک جھلک نہ پائی

لیکن اب میں چپ نہیں رہتی ماں

اب یہ کہتی ہوں

اک چپ سو سکھ کا لڑکیوں کو سبق پڑھاتے ہو

برداشت پیار خلوص کے سارے سبق ماں

لڑکیوں کو کیوں سکھاتے ہو

عورت کے صبر کو نہ آزمائے

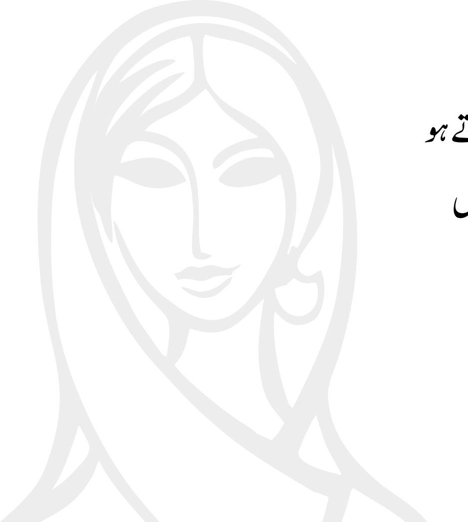

عورت کو انسان مان جائے

بس اتنا ہی ماں اب اپنے جواں لڑکوں کو سکھاؤ

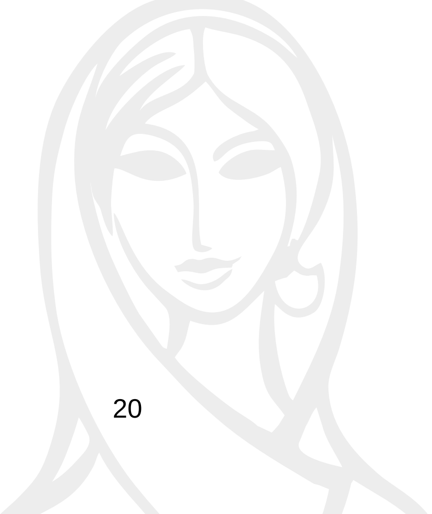

تیری سادگی پہ صدقے

عورت وفا کی مورت ہے تو
ہر رنگ میں رنگی جائے تو
بادشاہ کے گھر پیدا ہو
تو مہارانی بنے کے سارے ادب و آداب
سیکھ جائے
دکھ کی دھوپ سے بے خبر سکھ کی چھاؤں
میں بڑے پھلے
کوش اپنی شان وشوکت پہ
فخر اپنی تقدیر پہ
کرتی جائے
فقیر کے گھر پیدا ہو تو
روٹی سوکھی کھا کے بھی خوش ہو جائے
نت نئی فرمائش نہ کرنے آئے تجھے
اپنی مفلسی کا رنگ تجھ پے چڑھتا جائے
گلہ کرنا آئے نہ ہر بات پے سمجھوتہ کرتی جائے
معصوم اتنی ہے کہ
کچے دھاگے سے جہاں باندھے

تو بندھ جائے

اتنی نرم چکنی مٹی سے بنی ہے تو

مرد کیا زمانہ کمھار بن جائے

جس سانچے میں تجھے ڈھالے

تو ڈھل جائے

ہائے صدقے تیری سادگی پہ

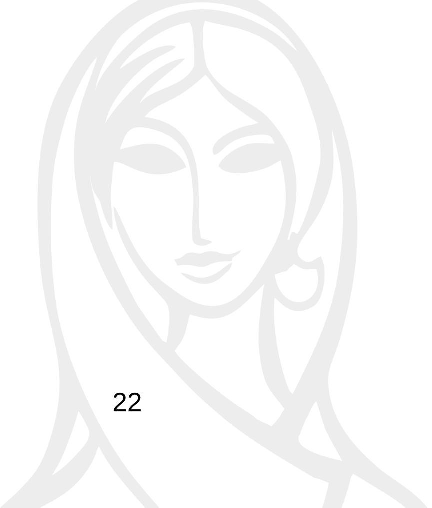

پرانی کہانی نہیں بات نئی ہے

یہ بات بڑی پرانی ہے پر
مانو آج ہی کی کہانی ہے
آٹھ بھائیوں کی بہن تھی معتراں رانی
باپ نے اتنا لاڈ لڈایا کہ نہ پڑھایا
ماں نے بڑا سوچ سمجھ کے حساب لگایا
اپنے پاس کے گاؤں میں بیاہا
شوہر نے بڑا پیار جتایا
تقدیر نے تین بچوں کو گلے کا ہار بنایا
دسمبر کا موسم تھا اسکا بڑا جی للچایا
کھیتوں سے ساگ توڑنے کا اسکا من چاہا
وہاں اس پہ درندے تین ٹوٹے
کپڑے دیے پھاڑ عزت اسکی لوٹے
تینوں نے اپنے بچاؤ کا حساب لگایا
گھونٹ گلا اسکا اپنا آپ بچایا
گاؤں میں مچی دہائی
سب نے اک آواز لگائی
معتراں کھو گئی

رات کافی ہوگئی

آخر پولیس کو بلایا

سب نے مل سارا گاؤں چھان کے دیکھا

وہ باغ میں آنکھیں کھولے لیٹی مردہ سب نے دیکھا

قسم سے جس نے بھی یہ سماں دیکھا

انہوں نے قیامت کا منظر دیکھا

پانچ دن پرانے مردے کی آنکھیں کھلی

تو زخموں سے خون رستا سب نے دیکھا

پولیس مجرموں تک پہنچ پائی

پر پھانسی انہیں دے نہ پائی

آخر قانون نے دی رہائی

آج بھی اسکے ساتھ گزرا بچپن مجھے یاد آئے ہے

اب آ میرے خیالوں میں اک بات مجھے سنائے ہے۔

بھلا ہو اس قانون کا جس نے میرے ساتھ بھلا نہ کیا

عورت کا وجود تجھے دنیا میں لایا رب کا قانون

عدل اسی عورت کے ساتھ نہ برتے

انصاف حاکم یہ تیرا کیسا قانون ہے

عورت کی عزت کے قاتل تسبیح پڑھتے ہیں معصومیت کی
باعزت تو انہیں رہائی بخشے
یہ کیسا تیرا قانون ہے۔

ہم دونوں کو عقل آتی نہیں

آنکھ سے اسکی حقارت جاتی نہیں
الفت کرنا کیا نبھانے کی رسم اسے آتی نہیں
سچ کہوں بڑے باہمت ہیں میرے حوصلے
جو اس خودسر کو چھوڑ کر میں جاتی نہیں
وہ میرے عیب ڈھونڈے میں اس میں ڈھونڈوں وفا
یہی اک وجہ ہمیں اک دوجے کی سمجھ آتی نہیں
یہ میری چاہتوں کا مول ہے جو اس نے کہہ چکایا
سب ہی کرے اپنے گھر کے لئے تم تنہا تو کام کرتی نہیں
میری چپ برداشت کو سمجھے وہ مجبوری
پاؤں میں ڈالے بچے بیڑی
تب ہی تو جاتی نہیں
بڑھاپا ہماری دہلیز پے آیا تو دانائی کوسوں دور
حیراں ہوں ہم دونوں کو عقل کیوں آتی نہیں

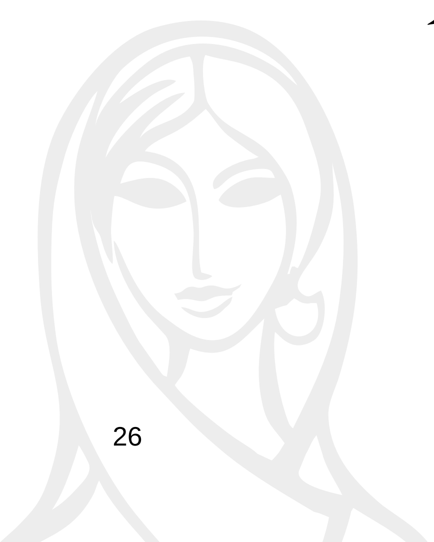

ہر ہفتے مدر ڈے

سال میں اک بار مجھ سے ملنے آتا
کبھی کیک کبھی پھول نیا جوڑا بھی لاتا
ہرگز نہ میرے من کو وہ بھائے
جو بازار سے خرید چیزیں لائے
مہنگی خریدی چیزیں مجھے خوشی نہ دے پاتی
دیکھ چاند چہرہ میری عید ہو جاتی
میں نے اسے بڑا سمجھایا
کیوں تو نے پردیس کو دیس بنایا
کہے ماں سے وہ بھی دن ہے آنا
جب مجھے لوٹ کے گھر اپنے ہے آنا
ابھی بڑی مجبوری ہے
نوکری کرنی ضروری ہے
میں کہتی بہو! پوتے میرے کیوں نہیں ملنے آتے
میں انہیں یاد کرتی ہوں تم نہیں کیا بتاتے
میری چاہت ان کو ملنے کو ترسے
جب یاد ستائے اکھیاں برسے
کیسے تقدیر اب جا دن لائے ہیں

میری بہو میرے پوتے ملنے آئے ہیں

بیٹا پہلے سال میں اک بار پر اب ہر ہفتے ملنے آتا ہے

اب مہنگے تحفے نہیں پھول پتیاں لاتا ہے

اب بار بار ملنے سے دل قرار نہیں پاتا

اب پھولوں کو ساتھ لانا بخدا میرا دل جلاتا ہے

جل اٹھتی ہے میری ممتا

قبر سے اٹھنے کی وہ مجھے آواز لگاتا ہے

جب آ کے میری قبر پہ پھول چڑھاتے دیے جلاتے ہیں

خاک میں ملی کو جلا کر پھر خاک بنا جاتے ہیں

اب ہر ہفتے ملنے ہے آتا

ہر ہفتے مدر ڈے وہ مناتا

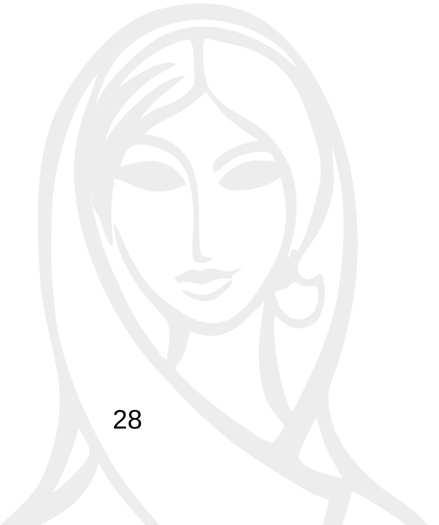

گھریلو عورت

تو پہلے بھی نادان تھی
سیانی اب بھی ہو نا پائی
اماں نے کبھی لڑکوں سے کھیلنے نہ دیا
ان کے کپڑے کبھی تو پہن نہ پائی
لڑکوں کی طرح بازار میں سائیکل چلانا چاہتی تھی پر تو چلا نہ پائی
ابھی تو کھیلنے کے دن تھے پر
شادی سے انکار تو کر نہ پائی
باتیں ساری ہی ماں سے کہہ جاتی ہے
پر اپنے دکھ کی بات کہہ نہ پائی
سسرال میں سب کی پسند پکائی
اپنی پسند کا کبھی پکا نہ پائی
رات ہوتے ہی گھروں میں سب سو جاتے
کبھی ان سے پہلے تو کیوں نہ سو پائی
بھوک جتنا بھی ستائے سہہ جائے
بچوں سے پہلے روٹی کبھی کھا نہ پائی
ہر دکھ سہہ جائے ہر مشکل سے لڑ جائے
شوہر کے اٹھے ہاتھ کو تو روک نہ پائے

جتنا بھی کما لے گھر پہ لگائے
اپنی جیب تو کبھی بنا نہ پائی
چوبیس گھنٹے کرے ڈیوٹی گھر پہ
تنخواہ تو دور شاباش تو نے نہ پائی
پہلے ابا کے گھر سنوارا پھر شوہر کا سجایا
دونوں گھروں کو کبھی اپنا تو بنا نہ پائی
کس مٹی سے بنی گھل گھل کے گھل جائے
کبھی نہ ٹوٹی نہ ٹوٹے کبھی تو بکھر نہ پائی

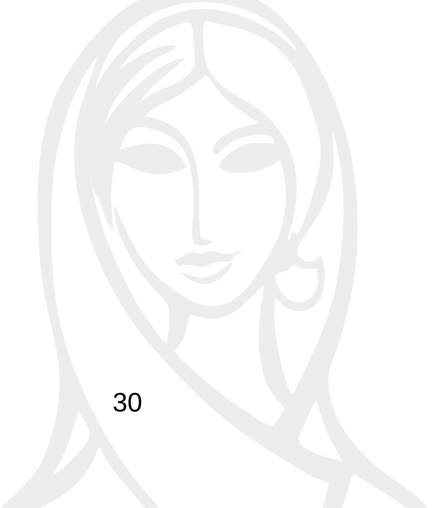

کبھی کسی دن

خالی جیب وہ جب بھی بازار جاتی
اپنا من جلا کر آتی
دیکھ بھر بازار
ضرورت اپنی کا حساب لگا کر آتی
کہے پھر کبھی کسی دن آؤں گی
اپنی پسند ساری خرید لے جاؤں گی
اک دن تقدیر اسکے در پہ آئی
اسنے آ کر آواز لگائی
آ ہم بازار جاتے ہیں
تیرے پسند سب خرید لاتے ہیں
ابھی وہ کچھ بول نہ پائی
کہ خشک پتوں کے ہلنے جیسی آواز آئی
کچھ ارمان تھے کچھ خواہشیں
کچھ خواب تھے کچھ جذبات
وہ خزاں رسیدہ پتوں کا لباس تھے اوڑھے
بولے دھیرے سے وہ پتے
کہ تمھیں پتے کی بات بتائیے

صحرا کی تلخ ہواؤں نے تپا کے خشک کیا ہو جن پتوں کو
ہزاروں راتوں کی شبنم کئی سالوں کی بہار
نہ تازگی بخش پائے خزاں رسیدہ چند پتوں کو
سن ساری بات
کچھ حسرتیں چند نئی خواہشیں بولی تقدیر سے
جو رت بہار کے پتوں کی طرح تھیں
ترو تازہ
جاؤ جاؤ
آنا پھر کبھی کسی دن
ابھی یہ خزاں رسیدہ پتے بڑا شور مچائے
ابھی کچھ سمجھ نہ آئے
آنا تم پھر کسی دن
ہاں کبھی کسی دن

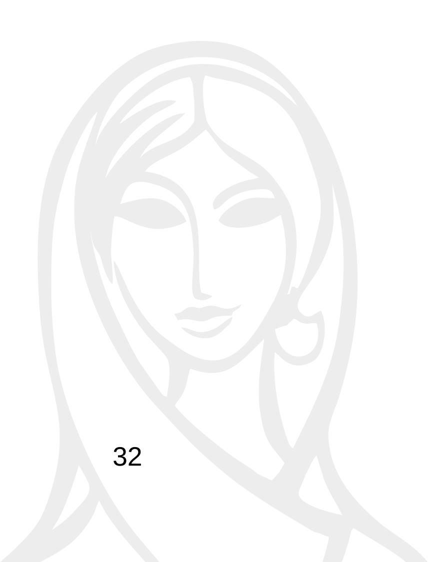

مجھے کہنا کیا ہے

بکھری زلفیں اسکی چہرے پہ رونق اڑی سی
جمی ہے پاؤں پہ دھول ایسے
میلوں کا سفر طے کر آئی لمحوں میں جیسے
اکھڑی سانسوں میں تھکن ہے جیسے
آ پوچھے مجھے کہنا کیا ہے
جہاں بھوک ڈیرے جمائے ہے
جہاں جاہلیت نہ گھبرائے ہے
جہاں نہ بجلی ہے نہ پانی ہے
نہ ٹی وی دیکھنے کی پریشانی ہے
جہاں بچہ کچرے سے خالی بیگ اٹھاتے ہے
وہاں آئی گئیں کئی کتابیں بھی یہ سوچ بستہ لٹکائے ہے
جا پوچھے ہے اس سے مجھے کہنا کیا ہے
ننگے سر اک دھن میں بھاگی جائے
خود کو نہیں پھٹے کپڑے دوپٹے سے ڈھانپی جائے
جو کوئی پوچھے اسے کچھ نہ بتائے
شرم کا پانی آنکھوں میں بھر اس میں ڈوب مرتی جائے
اس کے پاس جائے پوچھے مجھے کہنا کیا ہے

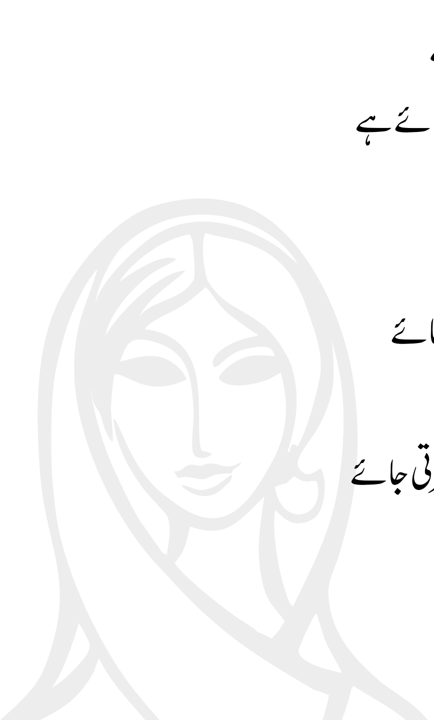

جانے کیا غرض اسے بازار لائی

جانے کس مجبوری نے تلوار اس پہ لٹکائی

شرم وحیا کی قدرت اسے بھی مٹی ہے لگائی

پتھر تو نہیں قدرت اسے عورت ہے بنائی

نہ جانے کیا بیتی ہوگی جو خود کو جسم فروش ہے بنائی

جا پوچھے اس سے مجھے کہنا کیا ہے

تنہا زمانے سے وہ لڑتی جائے

جو بچہ وہ گود ہے اٹھائے

وہ حرام کاری کا پھل کہلائے

جس نے مل عورت کے ساتھ خطا کا بیج بویا

وہ بھی ہجوم میں کھڑا ہے اسکے لئے پتھر اٹھائے

اسی مرد کے پاس وہ جائے پوچھے

مجھے کہنا کیا ہے

اس بھیڑ میں وہ جائے

جہاں لوگ ماتم کرتے جا ئے

نہ جانے کس طرف سے گولیاں آئیں

جو ڈھیر لوگوں کو چھلنی کر جائے

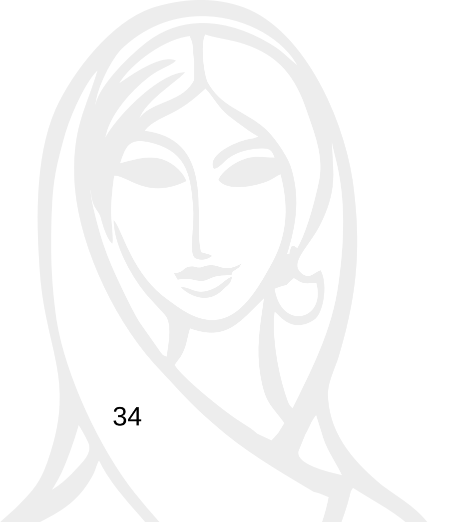

وہاں جاوہ گھبرائیں بولے مجھے

مجھے کہنا کیا ہے

میں پاگل ہوں میں دیوانی ہوں

کسی کو میں بتاتی نہیں جو میں جانوں

ظلم کرنے والے سہنے سہانے والے عقل کے اندھے

یہ بات میں مانی ہوں پر

کچھ بول نہیں سکتی

دوسروں کے سامنے اپنی بات تول نہیں سکتی

میں پاگل ہوں دیوانی ہوں

مجھے یہ کہنا ہے

ہاں آیا یاد مجھے یہی کہنا ہے۔

بیٹی کا ڈر

کیسا زمانے نے شور مچایا ہے

تیرے نصیب سے لوگوں نے اک دوجے کو ڈرایا ہے

دنیا میں آنے سے پہلے ہی تیرے نام کا ڈر دنیا میں آیا ہے

بے خبر ہے تجھ سے ڈرنے والے

ڈر تو تیرے اندر سمائے ہے

جو تجھے اندر ہی اندر مر مکائے ہے

اے بیٹی اے بہن

تو کیوں ڈر اتنا اپنے من میں بسائے ہے

باپ کی پگڑی کو داغ نہ لگے تجھے لگا ڈر

باپ کا گھر بھلا ہے اس گھر کو چھوڑنے کا تجھے لگا ڈر

بھائیوں کا ساتھ چھوٹ نہ جائے لگے تجھے ڈر

سسرال میں خود کو سنبھالنے سے لگا ڈر

شوہر کی ناراضگی کا ڈر گھر سے نہ نکالے لگے تجھے ڈر

فقط زمانہ تجھ سے ڈرے

اور تجھے زمانے کا ڈر کھائے

جو ڈر تجھے اندر ہی اندر مار مکائے

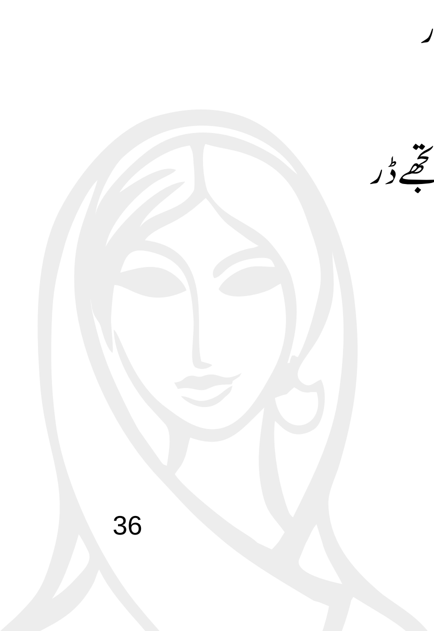

دکھ سکھ کے ساتھی

اسے رب نے نر مجھے ناری بنایا ہے
ہم دونوں کو دکھ سکھ کا ساتھ بنایا ہے
ہم دونوں صبح سویرے اٹھ جاتے ہیں
محنت مزدوری کرنے کو اپنے کام پہ نکل جاتے ہیں
شام کو تھکے ہارے جب ہم گھر آتے ہیں
سکون نہیں کرتے ہم دونوں لڑنے لگ جاتے ہیں
ہم دونوں اپنی تھکن کا اظہار لڑائی سے جتاتے ہیں
بے وجہ ہی ہم رائی کا پہاڑ بناتے ہیں
پہلے وہ مجھے مارتا ہے کوستا ہے ڈانٹتا ہے
پھر میرے ہاتھ کی پکی روٹی کھاتا ہے
اور میری چھاتی پہ سر رکھ کے سو جاتا ہے
میں ڈانٹ کھا غصہ پی کے سو جاتی ہوں
مجھے نیند نہیں آتی میں اپنے نصیب کو کوستی ہوں
کیا رب نے تجھے اس لئے ناری بنایا ہے کہ نر سے روز مار کھائے
پھر اسکے سکون کا تو بستر بن جائے
صبح ہوتے ہی پھر اٹھ جاتے ہیں
نئی جنگ لڑنے کے لئے پھر تیار ہو جاتے ہیں
کیونکہ ہم دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں

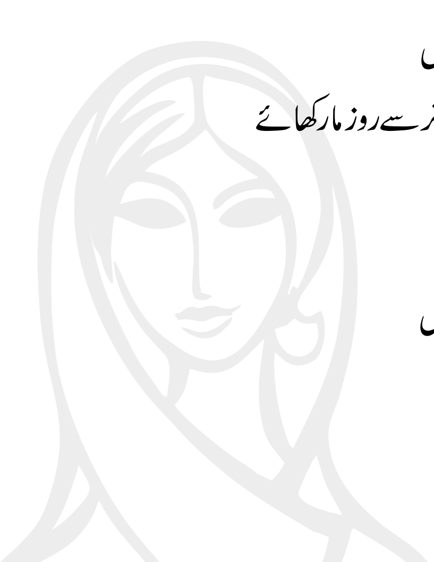

نہیں بھولے ماں

جب ہم چھوٹے تھے کتنے اچھے ہوتے تھے
سب کے پیارے ماں کی آنکھوں کے تارے ہوتے تھے
مجھے آج نہیں نہانا ہے
مجھے سکول نہیں جانا ہے
میرے سر میں درد ہے
پیٹ میں گڑ بڑ ہے
ماں سن کر مسکراتی ہے
ماتھا چوم کہ سینے سے لگاتی ہے
بچہ میرا بیمار ہے
سب کو بتاتی ہے
میرے جھوٹ کو سچ مان جاتی ہے
جب لڑائی کر کے باہر سے آتے تھے
ماں کو سچ سچ سب بتاتے تھے
بات کو ماں سنبھال لیتی تھی
اپنے رنگ میں ڈھال لیتی تھی
پڑھ کر ہم سکول سے جب آتے تھے
ماں "بڑی بھوک لگی" کا شور مچاتے تھے

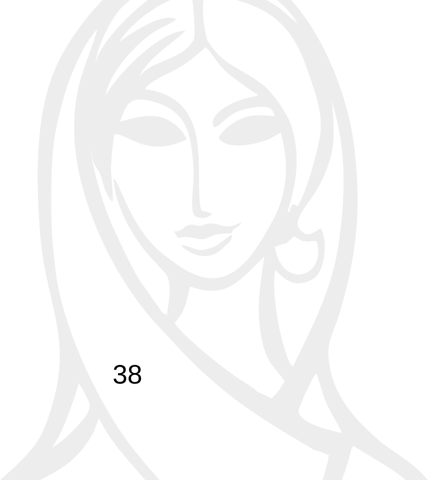

تجھے آج ہی کیوں تھا یہ بنانا
مجھے یہ پسند نہیں میں نے یہ نہیں کھانا
ماں پھر مسکراتی سینے سے لگاتی
مکھن والی روٹی ساتھ شکر اٹھا لاتی
مجھے پتہ تھا تجھے یہ نہیں پسند نہیں تجھے تھا کھانا
مجھے تیرے لئے مکھن شکر سب سے پڑا اچھپانا
جب بہن بھائیوں کی لڑائی ہو جاتی
باری باری پیار سے ماں سب کو سمجھاتی
غصہ کھانے پہ نکالتے تو ماں پریشان ہو جاتی
اپنے ہاتھوں سے جب تک نہ کھلاتی چین نہ پاتی
جب ماں تھی اپنی چیزوں کو کبھی سمیٹنا نہ آیا
پر اپنی ساری چیزوں کو ہمیشہ اپنی جگہ پہ پایا
بڑے ہونے پہ اب پچھتاتے ہیں
اب جھوٹ نہیں بولتے سچ بتاتے ہیں
جو پکتا ہے سب کھا لیتے ہیں
دل کی بات دل میں دبا لیتے ہیں
اب تو لڑائی کے نام سے توبہ کرتے

جب کسی نے ٹھکرایا دل دکھایا ماں

تیرا انوکھا پیار بڑا یاد آیا ماں

خود کو بھی اور گھر کو اب سنبھالا ہے ماں

پر نہیں بھول پائے جیسے تو نے ہمیں پالا ہے ماں

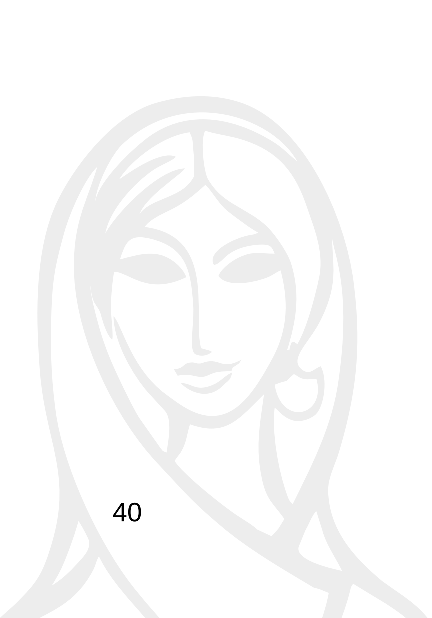

کبھی تو بول

اک کوئلے کے ڈھیر میں اک ننھا سا پتھر رکھا تھا
جب کوئلے کے ساتھ پتھر کو جلانے لگے تو پتھر نے ہمت کی
اور چلایا! رکو میں پتھر ہوں
مجھے نہیں جلانا
جلانے والے نے پتھر کو دیکھا اسے چمکایا
ہیرا بنایا
اسے تاج میں سجایا
اے مظلوم عورت
تو کیوں کچھ نہ کہتی ہے
سب کی لڑائی لڑتی ہے
اپنی لڑائی کیوں نہیں لڑتی
کیوں نہیں کہتی کہ
میں انسان ہوں
تجھے سب کی سوچ ہے
سب کی فکر ہے
کبھی تو اپنے بارے میں
سوچ کبھی تو بول

کبھی تو لب کھول

پتھر کی طرح کیوں نہیں کہتی کہ مجھے

آگ میں مت جلاؤ کبھی تو نفرت کی مار

کبھی غصے کی مار کبھی ڈنڈے کی مار مت مارو

مجھے تو کبھی کبھی تجھ سے بھلا گدھا لگتا ہے

وہ بے زباں ہوتا ہے

پر اے عورت تجھ سے بھلا ہوتا ہے

جب تھک جاتا ہے ہار جاتا ہے

چلتے چلتے رک جاتا ہے

مالک کو یہ بتاتا ہے میں تھک گیا

مجھ سے چلا نہ جاتا ہے

کبھی تو کہہ مجھ میں بھی جان ہے

کبھی تو تو بھی کہہ کہ تو انسان ہے

کبھی تو اپنے حق کیلئے بول

کبھی تو پتھر کی طرح لب کھول

کبھی تو کہہ کہ

میں اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں

میں ظلم کی زنجیر نہیں چاہتی ہوں
آخر کبھی تو بول

رنگ دنیا کے ہوا زمانے کی

دنیا کے رنگ نے
زمانے کی ہوا نے
بھولے بھالے انسان کو کیا بنا دیا
کسی کو دولت کا پجاری کسی کو بھکاری بنا دیا
یہ حکومت نام کی کرسی کا کمال ہے
ہمارے حاکم جو اک مثال تو دو جا بے مثال ہے
کاش زمانے کی ہوا میں اتنی شدت نہ ہوتی
جیسی اب ہے انسان تیری زندگی ہرگز ایسی نہ ہوتی
کاش اک رنگ کا کپڑا تیرے تن پہ ہوتا
نہ کھانے پینے کی تجھے ہوس ہوتی
نہ دہشت نہ قتل چوری نہ زنا کاری کا پھل ہوتا
اک سکون کا شجر ہوتا جس کا سایہ گھنا ہوتا
کاش کہ ہم سب سادگی کے اک رنگ میں ہی رہتے
اللہ سے ہی ڈرتے اور اللہ اللہ ہی کہتے رہتے

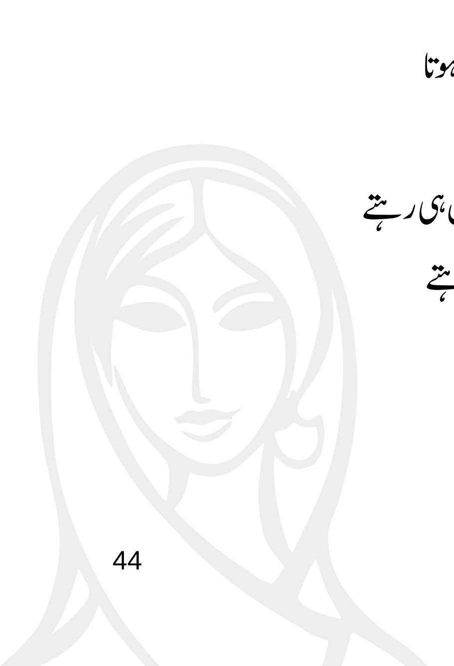

سچا سچ

میں اک سچا سچ ہوں
مانو تو پتھر نہ جانو تو کچ ہوں
ہاں میں اک سچا سچ ہوں
تمھیں بتاؤں بات؟ جو کسی کو نہ بتائی
میں نے ہمیشہ بگڑی بات بنائی ہے
من کا بھولا بادشاہ ہوں
کبھی نہ سنی کسی کی سب کو اپنی سنائی ہے
میں اک سچا سچ ہوں
میں نے ہر در پہ جا کہ سر جھکایا
ہر دل کا دروازہ جا کہ کھٹکھٹایا
کسی نے مان مرشد مجھے پاس بیٹھایا
کسی نے جان کتا پتھر مار بھگایا
میں اک سچا سچ ہوں
انصاف نے جب اپنا تخت بچھایا
مجھے بھی اپنے پہلو میں بیٹھایا
سچائی کا قصہ ابھی میں نے نہ سنایا
کہ جھوٹ نے سب کو اپنا ناچ نچایا

نہ کسی نے وہ مانا جو میں نے سنایا
میں اک سچا سچ ہوں
ہو کے بے دل میں انصاف کے در سے آیا
میں نے سوہنے رب کے سامنے دامن پھیلایا

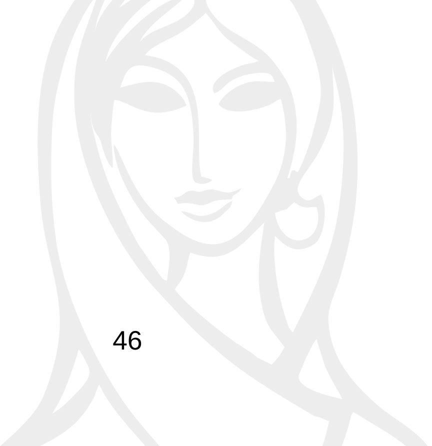

پاکستان میرے پیارے پاکستان

دنیا کے کونے کونے میں گونجے تیرا نام پاکستان

کوئی تیرے حال سے پشیماں تو کوئی حیران پاکستان

کسی کو تو غریبی نے مارا کسی کو کھا گئی کم عقلی

اپنے پیاروں کے حال سے تو کیوں بے خبر پاکستان

کبھی تیرے گلی کوچوں میں کھلتے تھے خوشیوں کے گل

اب تیرے آنگن میں آتش بکھری کیوں پاکستان

فخر سے کبھی چومتی تھی تیری پیشانی غیرت

شرمندہ ہے اب تو حیا روتی تجھے دیکھ کے پاکستان

راہ چلتے ہوئے کھینچ لیتے ہیں بہو بیٹی کا آنچل

اب بڑے شیر دل ہو گے تیرے بیٹے پاکستان

ظالم کو کہے مظلوم گستاخ کی کرے گستاخی معاف

بڑے رحم بے رحم ہو گئے تیرے حاکم اب پاکستان

کیوں تیرے بازاروں میں لہو کی ہولی کھیلی جاتی ہے

جبکہ تیرا مذہب اسلام اور نام پاکستان

نہ بجلی نا پانی نہ گیس بیاباں لگے تیرے شہر

ہوش کر کیوں من برسنے کے انتظار میں بیٹھا پاکستان

نہ مور ناچے نہ طوطے لپکے کیسی ہوا اب چلی

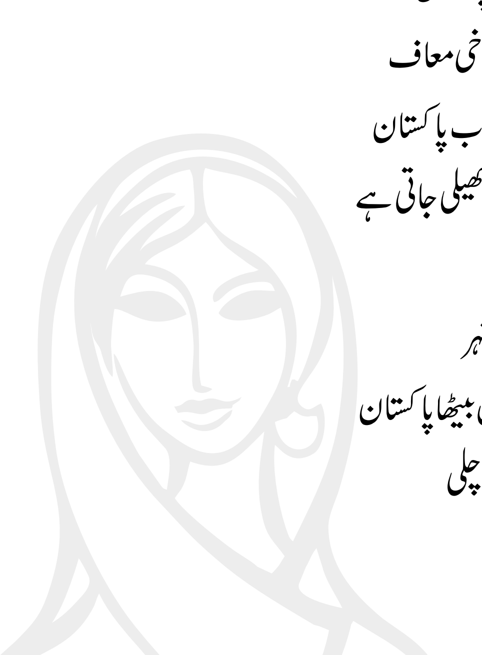

سہمی ہے تیری بہاریں کھلنے سے پہلے پھول مرجھائے پاکستان
بہتوں نے تیری خاطر اپنی عزت لٹائی جان اپنی گنوائی
تو ان قربانیوں کو کیوں آگ ہے لگا لے پاکستان
تیری سوہنی وادیاں خاک بنتی جائیں تیرے حاکم چپ دیکھتے جائیں
تیرے جواں دل دلیر سپاہی ہارتے نہیں کیوں تو ہار گیا پاکستان
میری نگاہ نے جو دیکھا قلم نے کہہ ڈالا
تجھے ناگوار گزرے تو خطا بخش پاکستان

سکون

میں نکلی گھر سے سکون ڈھونڈ نے
اس جہاں کو گھوم کے چھان کے دیکھا
ہر بازار میں جا کے دیکھا
بازاروں میں موتی پتھر بکتے دیکھا
سونا کیا مٹی کو بھی بکتے دیکھا
جھوٹی شان وشوکت کے ہاتھوں
رشتوں کو بکتے دیکھا
نہ دیکھا تو سکون کو خریدتے بکتے نہ دیکھا
دریا سمندر پہاڑ سوہنی وادی
جنگل و باغ محل چوپڑی ہر در پے جا کے دیکھا
پر سکون کہیں نہ دیکھا
تھک ہار بیٹھی جو میں
اس نگری میں جہاں اک ہجوم سویا ہے
امیر غریب چھوٹا بڑا ہر نسل کا بشر اک
ساتھ چپ تان سویا ہے
جہاں کسی دکھ درد کی ہوا نہ پریشانی کے سائے
ہنسے نہ کوئی روئے نہ ادھر ادھر بھاگتے جائے

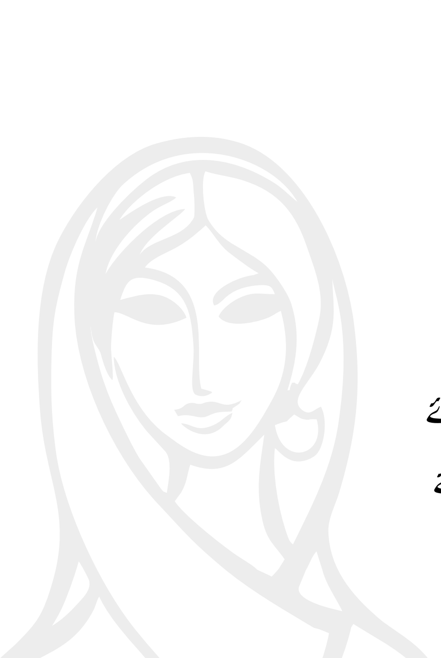

بس اک سکون میٹھا سکون ہے جس کی آغوش

میں سب گہری نیند سوئے ہیں

بازار دنیا سے خریدا سامان

ہم اس دنیا کو پھر سونپ جائے

خالی ہاتھ ہی اس بیابان میں

آ ڈیرے لگائے

اس بیابان وہ سکون بستا ہے

جو تنہائی بن کر نہ ڈستا ہے

سکون اس چپ کی نگری میں نے دیکھا ہے

عشق کیا ہے

من بھٹکے پنچھی کی طرح اڑ اڑ جائے

عشق کیا ہے بس اسی کی کھوج لگائے

کوئی بتائے عشق جوگی بن جائے

کوئی کہے عشق عیش و عشرت بھائے

کوئی بولے عشق کچے گھڑے پہ تر جائے

کوئی کہے سنائے نہیں گھنگھرو باندھ نچائے

ہر کوئی عشق کی نئی کہانی سنائے

مانے من سمندر جیسے وہ بات نہ بتائے

اک دن ہار پوچھا رب سے عشق ہے کیا

آئی آواز عشق کرنے والے کو پہلے تو من چھپائے

رب سب سے سوہنا ہے اس جیسا نہ کوئی ہونا

جیسا کرے رب عشق ایسا نہ کوئی کر پائے

من چاہی خیرات نہ پائے جب بندوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے

رب کو آزما کے دیکھ دل سے مانگ تیری جھولی بھر جائے

بھلے پڑھے تسبیح سجدے پہ لوگ اسے سجدے کیئے جائے

کب پکارے اسے کب کرے توبہ رب تیری آس لگائے

اچھے برے گورے کالے سب ہی نہاتے ہیں

آسمان سے جب اپنی رب برسات برسائے

ہم خاکی پتلے اونچ نیچ ذات پات کا فرق بنائے

پر اک رب ہے جو کوڑھوں کو بھی سینے سے لگائے

اگر رب کو خالق حقیقی دل سمندر مان جائے

عشق کیا ہے بندے تو خود ہی جان جائے

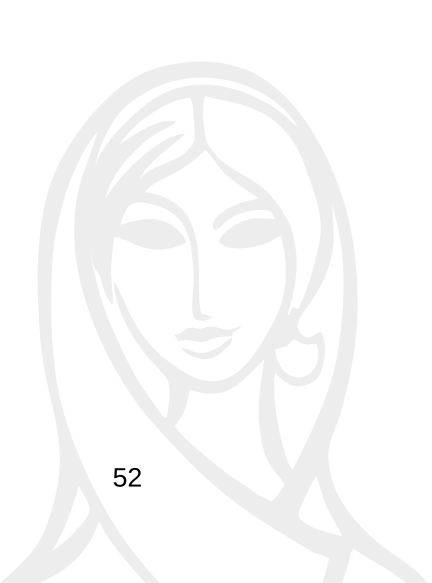

یادیں یادیں

ان یادوں کی فصل کون بوئے ہیں
یہ کس نگری سے آئیں ہیں
ان کا بیج کون بوئے ہیں یہ کیوں اتنی مہکے جائے ہیں
آج جب بڑھاپا دہلیز پے آیا
بچپن بڑا یاد آئے ہے
تب ہم بولتے تھے سب سنتے تھے
اب ہم ہنستے ہیں سب بولتے ہیں
وہ جوانی کے ساتھ بڑے یاد آئے
ان کے ساتھ آوارگی
ہائے وہ ڈھیروں باتوں کی گھٹڑی
جب کھلتی تو سمٹے نہ جاتی
وہ تازہ گلابوں کو کتابوں میں رکھنا
وہ جماعت میں بیٹھے دوستوں کی گود میں سر رکھنا
وہ چھوٹی چھوٹی پرچیوں پہ
بھولے بھولے پیغام رکھنا
وہ خفا ہونے پہ سلام لکھنا
وہ سکول گیٹ پہ گھڑے ہو کر باتوں کے جنوں میں

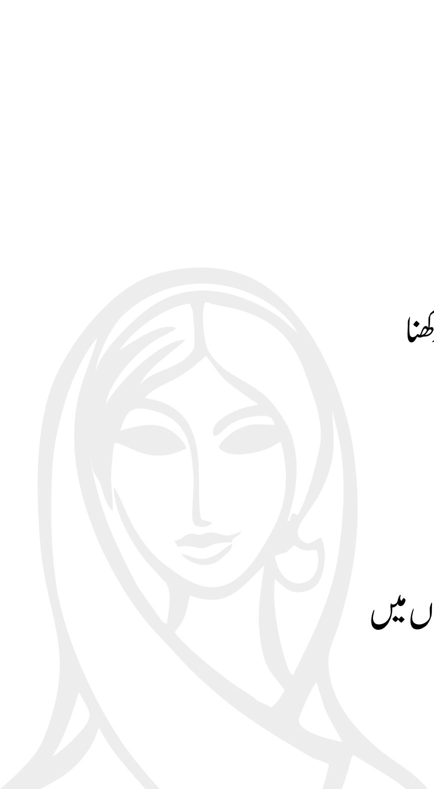

ٹانگے والے کے سینے پہ ہاتھ رکھنا
ہنستی گنگناتی شرارتیں وہ سہمی سی
التجائیں آج بڑی یاد آئیں
یہ کیوں یادیں مہک بن مہکے جائے
یہ کیوں مرجھائے من کو تازگی بخشے جائے

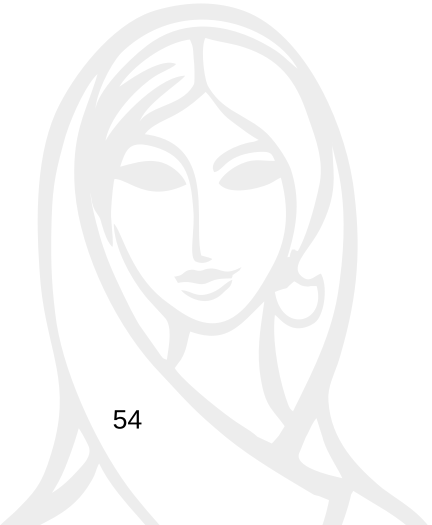

میں نے دیکھا

میں نے بوڑھے جوڑے روتے دیکھا ہے
تنکا تنکا کر کے گھر بناتے دیکھا ہے
اسے گھر سے میں نے نکلتے دیکھا ہے
ہاتھ پکڑ کر چلنا اسے سکھایا ہے
اپنا منہ کے نوالے بچے کے منہ میں ڈالے
خود گیلے پہ سوئے اسے سوکھے پے سلایا
یہ بیمار ہوتا تھا ساری رات نہ سوتا تھا
نیند کا اک جھولا لینے کو ہمارا دل نہ ہوتا تھا
جب یہ گرتا ہمارے دل کو کچھ ہوتا تھا
اسکو اچھا کپڑا پہنایا
اچھے سکول میں پڑھایا
اچھائی برائی کا فرق سکھایا
سدا تیری سلامتی ہی چاہی ہم نے
اپنی نہیں تیری خوشی چاہی ہم نے
ہزاروں ارمانوں سے بیاہا ہے تجھے ہم نے
تیری بیوی بڑے بچوں کے پاس آنے نہیں دیتی
روتے ہوئے چھوٹے کو اٹھانے نہیں دیتی

بھوک جتنی بھی ہو وقت پر کھانا نہیں دیتی

خالی جیب بھی ہوتی تیرے سامنے ہاتھ کرتے نہیں

بیوی تیری کا تلخ لہجہ ہے تجھ سے گلہ کرتے نہیں

تجھے ہنستا بستا دیکھ خوش ہیں ہم صبر کی حد پار کرتے نہیں

بیٹی کو بھی تو ہے آپ لوگوں نے پالا

مجھے اکیلے ہی کو تو نہیں آپ نے سنبھالا

گھر چھوٹا ہے یہی کہہ کر تو نے گھر سے نکالا

سونے سے پہلے آج بھی یہ خیال آتا ہے

جیسے لوری سننے کیلئے تو آج بھی ہمیں بلاتا ہے

اب سنی لوریاں کہانیاں اپنے بچوں کو سناتا ہے

نہیں کوئی گلہ جو تو نے ہمیں گھر سے نکالا

تو نے نہ سہی آخری وقت بیٹی نے سنبھالا

جو ہم نے تمھیں کبھی نہ دیا وہی سرمہ اکھیوں میں ہے ڈالا

آج نہیں تو کل اس دنیا کو ہمیں چھوڑ جانا ہے

جانے کون سنبھالے گا تجھے جب تیرے بیٹے نے جواں ہو جانا ہے

بڑھاپے میں تیرے گھر نکلنے کے خیال سے جیسے اب ہمیں خاک ہو جانا ہے

ملن کی رت نہ کبھی آئے

بہار کے پتے ابھی آنے کو ہے

اک پیڑ پہ تنہا طوطا بیٹھا ہے

عجب شور مچائے ہے

اپنی بولی میں سب کو یہ بتائیے ہے

ہر سوکھی ڈالی نئے پتوں کو پا کے مسکرائی

دیکھو کتنی پیاری رت آئی

ہزاروں بہاریں آئیں ہزاروں موسم آئیں گے پر یہ طوطے ہیں

کہ ملن کی رت نہ کبھی اب آئی

بچھڑنے والے کو آس ہوتی ہے کہ مل جائیں گے کسی راہ پہ کسی منزل پہ

پر مرنے والے جب جگ سے منہ موڑ کے جاتے ہیں

واپسی کی کشتی توڑ کے جاتے ہیں

اب نہ کبھی آئیں گے لوٹ کے جہاں میں

یہ قسم کھا کے جاتے ہیں

مرنے والے کبھی لوٹ کر نہ آتے ہیں

وہ تو موسم ہیں جو جاتے آتے ہیں

اک دن ایسا آنا ہے

جب ہمیں ان کے پاس جانا ہے

لیکن

انہیں لوٹ کر نہ آنا ہے

مرنے والے نہیں آتے ان کی یاد آتی ہے

ان کے ملن کی رت نہیں آتی ہے

کیوں تو اپنا من جلائے

ملن کی رت نہ کبھی آئے

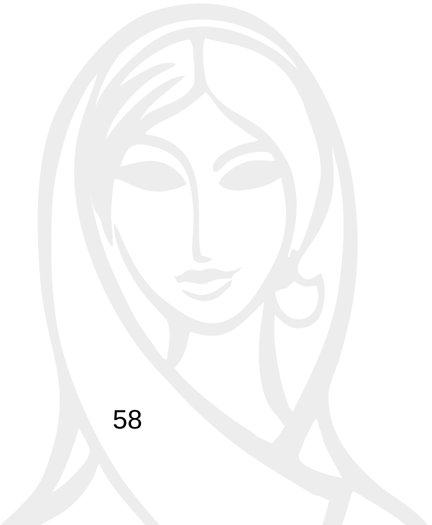

بھٹکا جگنو

اک جگنو

روکے ہر آنے جانے والے کا راستہ

پوچھے ہے بتاؤ مجھے میرے گھر کا راستہ

سب چپ چاپ گزر جاتے ہیں

نہ کچھ بتاتے ہیں

اک بھولا بچہ پوچھے اس سے

تو رات کو بھٹکے کو ہے راہ دکھائے

پھر کڑی دوپہر کو کیوں اپنے گھر کا راستہ

اے جگنو تو پوچھے جائے

بولا جگنو

ہم برسوں سے یہاں رہتے ہیں

میرے بڑے اس زمین کی بڑی کہانیاں کہتے ہیں

کبھی یہاں رات دن مہکتے تھے

میلے خوشیوں کے لپکتے تھے

ہر وفا کی اپنی لذت تھی

ہوائیں امن کی خوشبو سے بھری تھی

پر اب تو یہاں عجب کمال دیکھے ہیں

دوپہر کو سورج ڈوبتے رات چاند کو جلتے دیکھا ہے
محبتیں ٹھنڈی ہوتی تتلی اپنے پر جلاتی دیکھی
ہے

پرندے اپنے پر نوچتے ہیں
لوگ کانٹوں کی فصل بوتے ہیں

پھولوں سے سر پھوڑتے ہیں
سمندر پیاسے دیکھے آسمان نہیں زمین

کو برستے دیکھا ہے
گردجان لوگ انسانیت کو جھاڑتے ہیں

انسان ناچے بندر تماشہ دیکھتے ہیں
بھوک حد سے بڑھ جائے تو زہر پیتے ہیں

ماں کی مامتا کو بکھرے دیکھا ہے
اب چمن نہیں ماؤں کی گودیں

اجڑی دیکھی ہے
اس فضا میں خون کی خوشبو کھلی ہے

چرچ مسجد بازار مدرسے لاشوں سے سجتے ہیں
کھیلنے کودنے والے بچے ڈرے سہمے ہیں

ہر آنکھ میں لالی آئی ہے

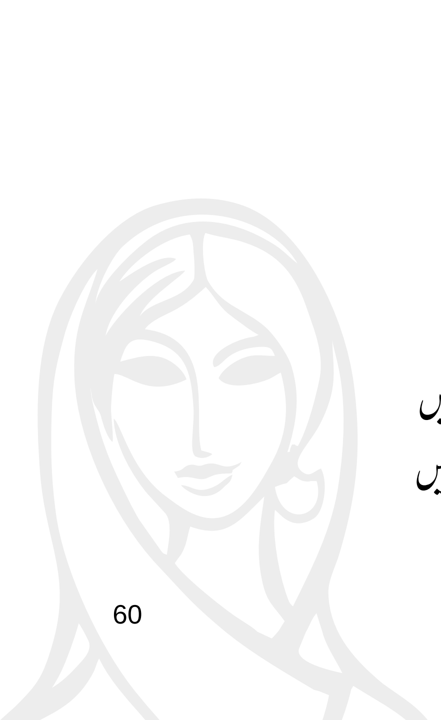

ہر دھڑکن میں دہشت سمائی ہے
کوئل کی کوک میں تڑپ ہے
ہر آہٹ میں وہشت بھری ہے
گرے کو کوئی نہ اٹھاتا ہے آگے ہی آگے بھاگے جاتا ہے
یہ سارے منظر ہر دل دیکھ دیکھ روئے ہیں
پر آواز نہ کسی کی آئے ہے
کیا یہ وہ پاکستان ہے جہاں ہزاروں نے اپنی جان لٹائی ہے
اس پاکستان کو دیکھ قائداعظم کی یاد آئی ہے
ہر کوئی بھاگے ہی جائے ہے
میرے گھر کا پتہ مجھے کوئی نہ بتائے ہے
کوئی مجھے چلوا اتنا ہی بتائے
کیا یہ وہی زمین ہے
جہاں حضرت آدم تھے آئے
جہاں حضرت آدم نے پاؤں رکھا تھا
اور موت کا مزا چکھا تھا۔

بندے خدا کے

خدا نے انسان بنایا انسان نے پیسہ بنایا
اس پیسے نے خدا کے بندوں سے انسانیت کو مٹایا
بندے خدا کے کیوں پیسے کا دھیان اتنا تو کرے
کیوں اسکا مان کرے کیوں اتنا تو مرے
اس پیسے نے کسی کا ساتھ نہ نبھایا
آج میرے تو کل تیرے ہاتھ آیا
اس نے سب کے ساتھ ظلم ہے کمایا
باپ کو بیٹے بھائی کو بھائی کا دشمن بنایا
یہ پیسہ سب کو اپنی طرف کھینچے ہی جائے ہے
انسان کو بے ایمان پردیسی مجرم بھی بنائے ہے
تو دنیا میں جب آیا لوگوں نے ترس کھایا
ننھا محتاج جان تجھے کپڑا پہنایا
اس دنیا کو چھوڑ تجھے جس دن ہے جانا
پھر محتاج جان لوگوں نے تجھے کفن ہے پہنانا
بہت پیسہ کمایا بہت پیسہ تو جوڑے ہے
جس رب نے عطا کیا اسی رب سے منہ موڑے ہے
کبھی سوچا ہے تو نے جس دن دنیا سے جانا ہے

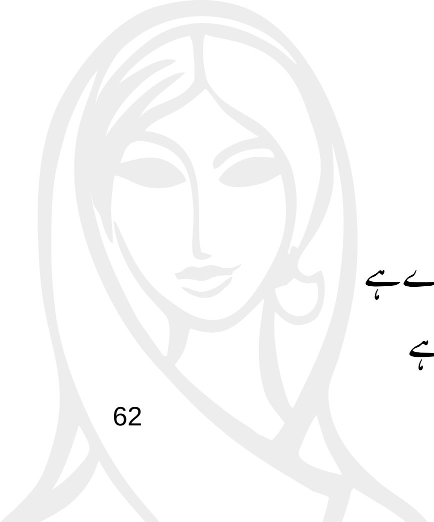

دنیا سے کمایا مال دنیا میں ہی چھوڑ جانا ہے
رب پوچھے گا اعمال تیرے جب پاس اس کے جانا ہے
سوچ بندے اپنے بارے میں کیا منہ جا دکھانا ہے
سچ مان جہاں کا مال یہاں چھوڑ جانا ہے
اعمالوں کو کفن کے پلہ میں باندھ لے جانا ہے

یہ دنیا رنگ برنگی

یہ دنیا رنگ برنگی ہے
کچھ کاسی کچھ نکمی ہے
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
یہ دنیا تھوڑی گوری تھوڑی کالی ہے
تھوڑی مردہ دل تھوڑی دل والی ہے
کوئی ٹانگہ گھوڑا بھگاتا جائے
کوئی ہوا میں گاڑی دوڑاتا جائے
کوئی تقدیر پہ اپنی روئے
کوئی مالک تیری رحمت کے گن گائے جائے
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
کوئی حالات زندگی سے تنگ مرجانا چاہے
کوئی سب ہار کے بھی جینا چاہے
کوئی بیٹھے بیٹھے تھک جائے
کوئی بھاگتا بھی آرام نہ پائے
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
کوئی پیسے پیسے کو ترسے جائے
اور کوئی بینکوں کا بھرتا جائے

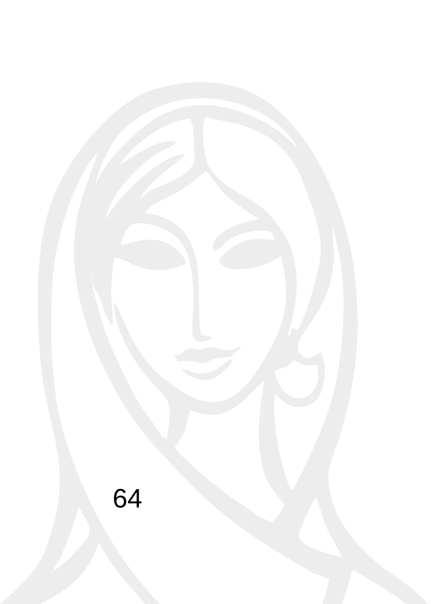

کوئی جوا، شراب چھوڑ نہ پائے
کوئی نماز پہ نماز پڑھتا جائے
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
کسی کے آگے سجے دستر خوان
لگے میز پہ کتنی قسم کے پکوان
اب سمجھ نہ آئے کیا کھائے کیا نہ کھائے
کوئی اک وقت کی روٹی
دوجے میں فاقے کھائے
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
کہیں دنیا سے جانے کا سوگ منایا جائے
کہیں نئی روح آنے کا جشن منایا جائے
کوئی باجوں کے ساتھ گھوڑی چڑھ جائے
تو کوئی آنسوؤں آہوں کے ساتھ قبر میں اتر جائے
جب رب ہمیں دیتا ہے ہم ہنستے ہیں
جب واپس لیتا ہے ہم روتے ہیں
حیراں ہوں انسانی فطرت پہ سوہنے رب
تھوڑا ہنسے زیادہ روئے ہم بندے ہیں کہ

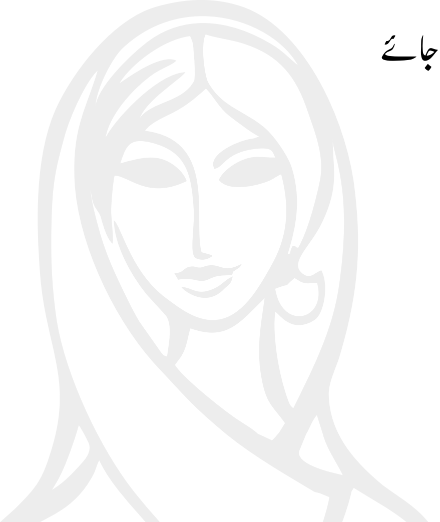

خوتے ہیں
یہ دنیا رنگ برنگی ہے
سچ کچھ کاسی کچھ نکمی
ہے

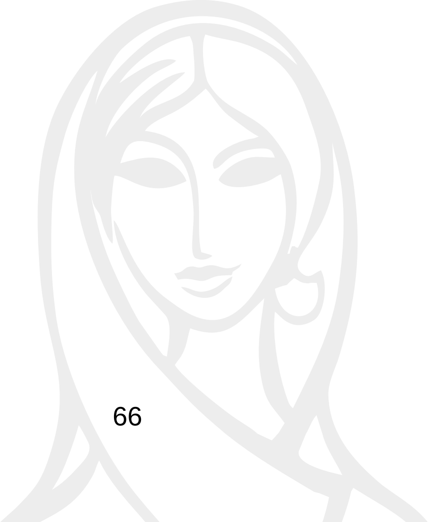

پردیس جانا آسان نہیں

پردیس جانا آسان ہے پردیسی بننا آسان نہیں ہوتا

اجنبی شہر میں رہنا آسان اسے اپنا بنانا آسان نہیں ہوتا

کمائی کی خاطر بچھڑے گھر سے تو کمائی

پر اپنوں کی جدائی کا زہر پینا آسان نہیں ہوتا

ان سے پوچھ جن کے اپنے ان سے بچھڑ گئے ہیں

خوشیوں کے دن گزر جاتے ہیں غموں کا پل

گزارنا آسان نہیں ہوتا

چھوٹوں کو ماں منہ میں نوالے دے دے پالے ہیں

پردیس میں ماں کے نوالوں کو بھلانا آسان نہیں ہوتا

سب بھول بھی جائے پر بچپن کی کھیلیں جوانی کے ساتھی نہ بھولے

ماں کے سامنے ایک پلیٹ میں کھانا

بہن بھائیوں کا بھول جانا اتنا آسان نہیں ہوتا

جلد آنے کے وعدے سن کے

رب کے وعدے پورے کر بیٹھے

کہے اب جنازہ کرلو میرا آنا مشکل ہے

ٹکٹ ملنا آسان نہیں ہوتا پھر اپنے لئے کہے

یہ طے ہے کہ مجھے جب بھی ہے مرنا

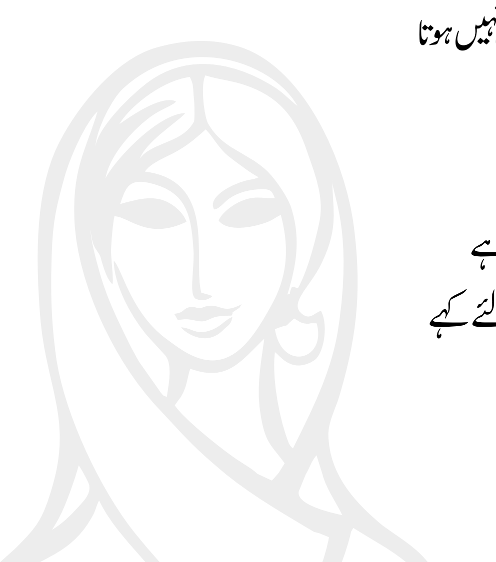

اپنی زمین میں دفن کرنا
پھر اسی کے لئے دفنانے والے کہیں
لاش کو یہاں سے وہاں لے جانا آسان نہیں ہوتا
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کو
پر سچ اپنوں سے بچھڑ کر مرنا آسان نہیں ہوتا
پردیس جانا آسان ہوتا
پر آنا آسان نہیں ہوتا

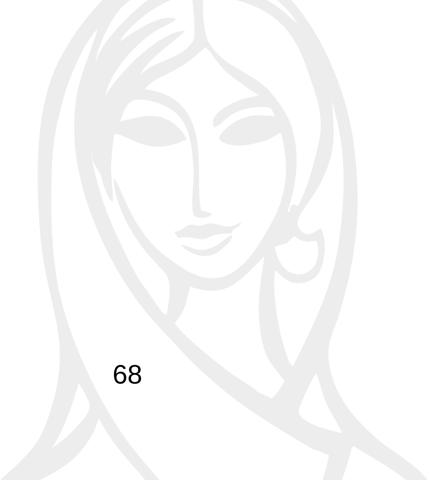

بھولے کبوتر

بھولے بھالے کبوتر دانہ چگنے باغ میں آئے

شکاری تھا جال بچھائے

ناداں سمجھ نہ پائے

اپنی جان کی انہیں فکر نہ

انہیں تو گھونسلے میں بیٹھے

ننھے بچوں کی فکر ستائے

آنکھیں تو ابھی بند ہے پر آہٹ پہ منہ کو کھولے جائے

انہیں لگے جیسے

ہمیں دانے کھلانے والے آئے

کوئی نہ جانے کہ وقت کی آندھی کس طرف اڑا

گھونسلے کو لے جائے

ہائے کوئی تو شکاری کو سمجھائے

کیوں وہ جال بچھائے

کیوں بھولے بھالوں کے ساتھ ساتھ

معصوموں کی بھی جان گنوائے

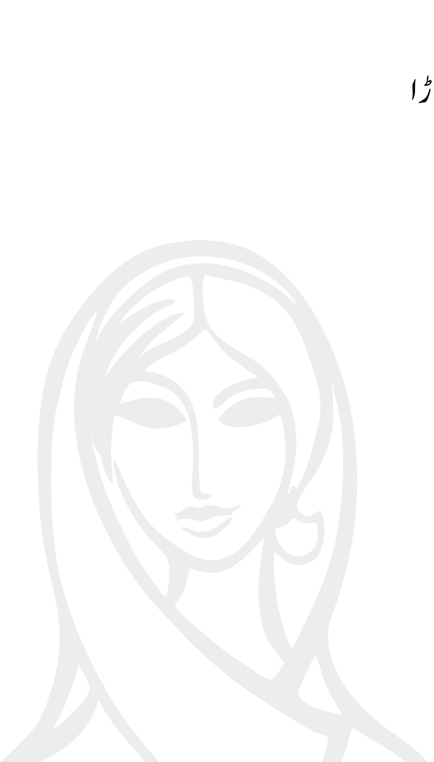

عشق اندھا نہ ہے

عشق اندھا ہے لوگ دھوم مچائے
سچ کیا یہ کوئی نہ جان پائے
عشق اندھا ہے یہی لوگ دھوم مچائے
بنانے والے نے عشق حسن
اک ساتھ بنائے
دونوں میں ایسی یاری! بن اک دوجے کے سانس نہ آئے
عشق حسن ساتھ ہی بڑھے پلے
ساتھ دن چڑھے اک ساتھ شام ڈھلے
اک دن راہی گزرے جائے
دیکھ دنوں کو ہنسے کھلتے مسکرائے
بولے ہائے عشق تو کتنا بھولا ہے
تیری معصومیت پہ واری ہر جان جائے
نگاہ میں وفا بسی
تبسم چاہت ہونٹوں پہ بکھرے جائے
مہکے تیرا بدن خلوص کا تو عطر لگائے
پر عاشق کی نظر چومے دیکھ تجھے
چاہتیں تجھے سجدے ہی کیئے جائے

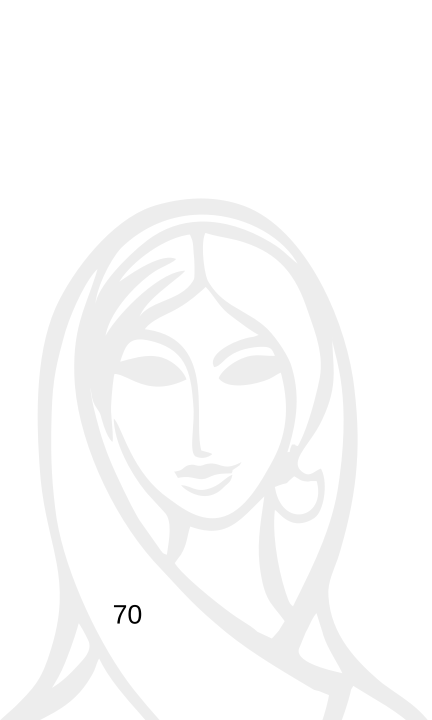

سادگی تیرے آنگن میں آ! ناچے جائے

جو تیرے لڑ لگ جائے ڈوب کے بھی پار لگ جائے

سن عشق کی تعریف حسن غصہ میں آئے

فدا لوگ مجھ پہ ہے یہ تعریف عشق پائے

حسن گھبرائے ہے کچھ سجھ نہ آئے

حسن نوچ کے آنکھیں عشق کی تسلی پائے

بڑے سہانے عشق کو اندھا مانے

ہے حسن بڑا بے ایمان! یا رب جانے

حسن جو ازل سے کرتا آیا آج بھی کرے

حسن ایسی بانسری بجائے ہے جو سنے مدہوش

ہوتا جائے. بخدا عشق حسن کو چاہے

پر عشق کو چاہت کے بدلے اندھا بن کے رہنا پڑے

عشق اندھا نہیں اسے حسن اندھا بنائے

ننھی دعا

نیند کی آغوش میں جب سارا جہاں سوتا ہے
ننھا سا اک بچہ کمرے میں بیٹھا روتا ہے
پیارے اللہ میاں مجھے سب نے یہ بتایا
تو نے میرے امی ابو کو اپنے پاس بلایا
میرے امی ابو تیرے پاس ہیں ذرا انہیں بلانا
اگر سوئے ہوئے ہیں تو انہیں نہ جگانا
کہنا! منا تمھارا چھوٹا ہے ابھی بہت روتا ہے
یہ باتیں تو انہیں بتانا کہانی میری ان کو سنانا
ابھی میں چھوٹا تھا تم سے لپٹ کر سوتا تھا
کیوں تنہا مجھے چھوڑ گئے ہوا تنا ذرا مجھے سمجھانا
بھیا آپی مجھے اپنے کھیل بناتے تھے پلیٹ اپنی سے کھلاتے
ان کی بڑی یاد آتی ہے مشکل ہو گیا انہیں بھلانا
بھیا آپی جتنا تھا میں بھی پیارا! آپکی آنکھوں کا تھا تارا
ماں انکو ساتھ لے آئے مجھے کیوں بھول گئے ساتھ لانا
اس دنیا میں اب میرا دل گھبراتا ہے کچھ نہ مجھے بھاتا
آخری بات امی ابو کو کہنا جلدی مجھے بھی ساتھ لے جانا
پیارے اللہ میاں مجھے یاد ہے جو امی نے بات بتائی تھی

اس دنیا کو بنانے والا تو رب ہے تجھے اسکو چلانا

اللہ میاں ہر بندہ یہاں پہ روتا پر تو کیوں ہے سوتا

جل جائے ساری برائی دنیا میں ایسا سورج چمکانا

برے لوگوں پہ اب تو بم چلانا اے رب! بھول نہ جانا

میرے جیسے کئی بچوں کو یتیم ہونے سے تجھے ہی ہے بچانا

ممتا کا رنگ ایک

(APS کے بچوں کی یاد میں)

جب میرے بچے سکول کے لئے جاتے ہیں
سلامتی کی دعاؤں کے الفاظ گنگناتے ہیں
چوم کے پیار کر کے انہیں رخصت کرتی ہوں
خیر سے جاؤ خیر سے آؤ یہ دعا کرتی ہوں
چند دن پہلے بچے جب سکول گئے ماں کی دعا کے ساتھ
سلامتی لے کر گئے تھے پر سکول سے گھر گئے کفن کے ساتھ
سوچتی ہوں وہ بھی میری جیسی مائیں تھیں
کسی ماں نے آج بچے کی پسند کا کھانا بنایا ہوگا
کسی نے باہر سیر کو لے کر جانا ہوگا
کسی نے آج سالگرہ کا کیک آڈر پے لانا ہوگا
اماں ابا نے کسی کی پسند کا آج گفٹ لانا ہوگا
کسی نے دادی کو نانی کے گھر جانے کے لئے منایا ہوگا
کیا خبر تھی کسی کو ایک طوفان آئے گا
بہا کر ساری خوشیاں اور مان لے جائے گا
ان ساری ماؤں کے دکھ کو میں اپنا لیتی ہوں

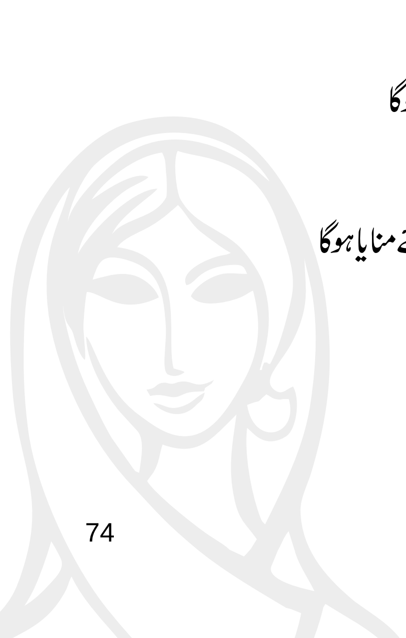

ان کے دلوں میں کھا نکا تو اپنی مامتا پالتی ہوں

صورت و سیرت سب ماؤں کی الگ ہے

پر ماں کی مامتا تو ایک ہے

برے ہوں بھلے ہوں کسی کی بلا سے

ماں کے لئے تو اپنا بچہ نیک ہے

اک بیوہ روتی ہے

دیکھو ربا! جھولی ہے میرے خالی

میں تھی تیرے در کی سوالی

تیرے حکم میں مانتی تھی

حقیر نہ کسی کو میں جانتی تھی

ہر وقت تجھ سے ڈرتی تھی

بچے اپنے کے لئے دعا سلامتی مانگتی تھی

میری دعاؤں کا اب حساب چکا دے

مجھے میرے پیاروں کے پاس بلا لے

کچھ ایسے بھی تو ہوں گے

جو یہ سوچتے ہوں گے

کاش ہم انہیں نہ پڑھاتے

افسر بنانے کے خواب نہ سجاتے

سارا دن اگر آوارہ ہوتے

رات کو تو اپنے پاس سوتے

نہ جا کے قبر میں وہ سوتے

نہ تنہا ہم یہاں پہ روتے

کوئی باپ ایسا بھی ہوگا

جو بیماری سے اکتایا ہوگا

وہ یہ سوچتا ہوگا

میرا بیٹا اب ڈاکٹر بن جائے گا

میرا سارا علاج وہ خود ہی کر پائے گا

بلڈ پریشر روز بیٹا گھر چیک کر پائے گا

اک والدین ایسا بھی تھا

جنہوں نے اپنا گھر نہ بنایا

جو بھی کمایا بچوں کی پڑھائی پہ لگایا

خود کم بچوں کو بہت کھلایا

ان کو تو بڑھنا ہے انکو خوب پڑھنا ہے

جب یہ پڑھ جائیں گے کچھ بن جائیں گے

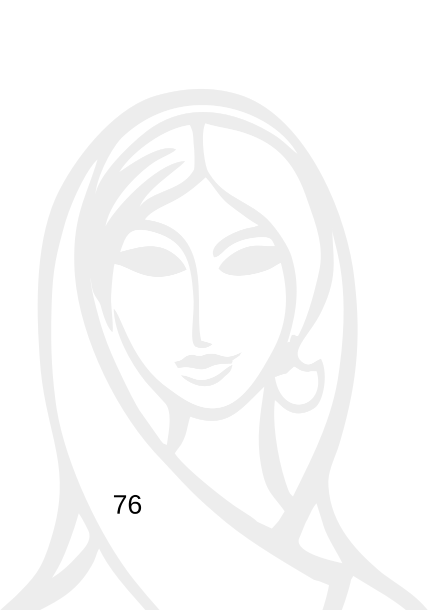

تب یہ اپنا گھر بنائیں گے

ان کی قبروں پہ ہزاروں انکے نام کے پھول چڑھائے

موت کی وادی سے نہ مڑ آئیں جتنے چاہے دیے جلائے

بچھڑ کر اپنے پیاروں سے خود مر گئے پر

اپنے چاہنے والوں کو ہزاروں یادوں کی آگ کے حوالے کر گئے

شام و سحر جو انہیں یاد کرتے ہیں

نہ جانے وہ اب جیتے ہیں کہ مرتے ہیں

کیا نیا زمانہ آیا

ہائے ہائے! کیا نیا زمانہ آیا ہے
ہر چہرے پہ زمانے نے اپنا چہرہ لگایا ہے
پہلے ساس بولتی تھی بہو رانی یہاں آنا
پیروں میں درد ہے آ کر دبا
اب بہو آواز لگاتی ہے
اماں جی! میرے لئے بھی چائے بنانا
کبھی وقت تھا بیوی صبح شوہر سے پہلے اٹھ جاتی تھی
شوہر کے کپڑے استری کر کے اسکا ناشتہ بھی بناتی تھی
اب شوہر الارم لگاتا ہے خود کو جگاتا ہے
دفتر جانے کے لئے خود کو ناشتہ بھی کرواتا ہے
پہلے تو ساس بولتی تھی منا کیوں روتا ہے
مجھے دکھاؤ بہو رات بھر کیوں یہ نہ سوتا ہے
دیکھوں اسکو پیٹ درد یا گیس تو نہیں
جو رات بھر یہ نا سوتا ہے
اب بہو کہتی ہے یہ بہت روتا ہے
پکڑو اماں یہ تمھارا پوتا ہے
اسکو اپنے پاس اب سلانا

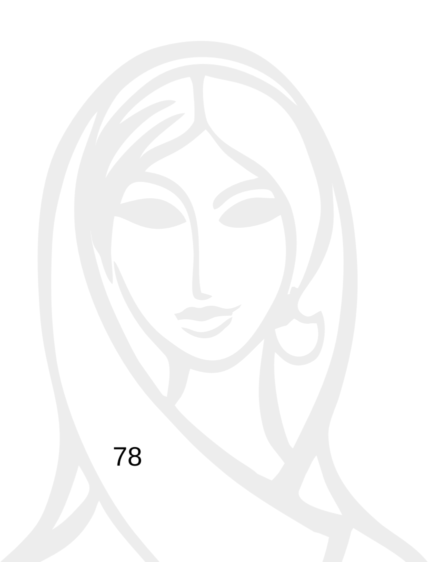

آپ پلیز اب ہمیں نہ جگانا
بہورانی پہلے ساس کے ساتھ بازار جاتی
اپنی پسند کی عید کی چوڑیاں، جوتے، کپڑے لاتی
اب کہے اماں کھانا آپ ہی آج بنانا
مجھے تو آج شاپنگ پہ ہے جانا
شاید ہمیں دیر ہو جائے آنے میں
بچوں کو ذرا جلدی ہی سلانا
تھا وقت وہ بھی!
خوش تھا جب سو کمانے والا
وقت یہ بھی روئے ہزار بھی کمانے والا
آٹا دالیں امیر غریب سب ہی کھائے
ان داموں کو آگ لگی کیا کھائے کمانے والا
وہ بھی دن تھے! خالص خوراک سب کھائے
ہم جو پکاتے وہ ہمسائے بھی تھے کھاتے
اب تو یہ دن آئے ہیں میرے مالک!
بیٹھا بھائی بھوکا رہ جائے خود سب کھائے
پہلے روٹی سوکھی کھا کے چین کی نیند سوتے

اب شوارما برگر کھا کے بھی بھوکے ہوتے

اچھا تھا وہ بھی وقت جب بچے سکول سے آ کے، ٹیوشن نہ جاتے تھے

گلیوں محلوں میں خوب کھیلا کرتے تھے

تب بچوں کو ظلم و وہشت کا کوئی نہ نشانہ بناتا

مسجد چرچ سکول مدرسے میں کوئی آگ نہ لگاتا

زمانے کی بدلتی رت نے بندے کو بنا ڈالا خدا

بھول گئے کہ بندوں کو ہی بنانے والا ہے خدا

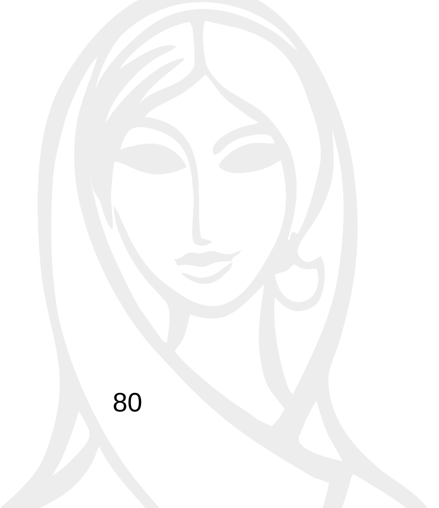

کیا فیشن آیا ہے

اس فیشن کو ہم سب اپناتے ہیں

مدر ڈے مدر ڈے کہہ کے سب مناتے ہیں

کتنے چالاک ہو گئے ہم لوگ

کتنا وقت بچائے ہم لوگ

سچ سے منہ موڑ جائے ہم لوگ

اس فرض کو فیشن بنائے ہم لوگ

سال میں اک بار ماں کو مل پیار کرے

سال بھر کے لئے اسے بھول جائے ہم لوگ

ارے دیوانوں مدر ڈے تو ہم ہر دن مناتے ہیں

پر کبھی یہ جان نہ ہم پاتے ہیں

جب ہم گرتے ہیں کوئی نہ اٹھائے

جب جگ سارا ہم سے منہ موڑ جائے

جب ہمارے عیبوں کو ہر کوئی جتائے

جب بھی درد ہمارا حد سے بڑھ جائے

جب بھی حالات زندگی سے ہم گھبرائے

جب راہ چلتے چلتے کوئی کانٹا چبھ جائے

بے اختیار لبوں پہ ماں کا نام آ جائے

ماں سال بھر ہمارے ساتھ فرض نبھائے

ہم سال میں اک بار مدر ڈے منائے

راز کی بات ماں کے قدموں کی خاک ہم

وہ پھر بھی ہمیں سر اپنے چڑھائے

ہر روز ہماری لڑائی ماں لڑے

ہم سے چڑے ہمارے ابا سے لڑ جائے

اے ماں تو تو ہر دن کو مدر ڈے بنائے

ہم سال میں اک بار کہہ کر آزاد ہو جائے

ہیپی مدر ڈے ماں!

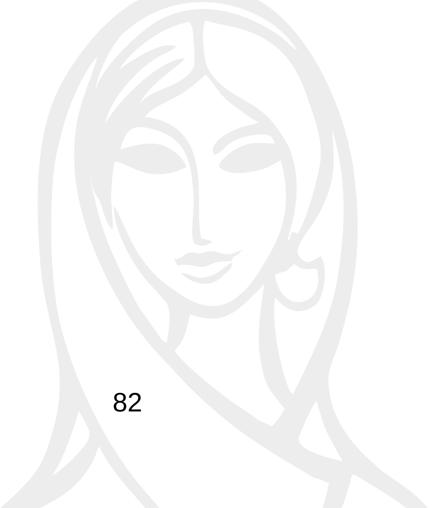

کاش

کاش وہ پیاسا ہوتا
میں میٹھے پانی کی ندی ہوتی
کاش وہ اک گل ہوتا
میں اسے مہکانے والی خوشبو ہوتی
کاش میں خودسری بکھری موج ہوتی
اور وہ سمیٹنے والا ساغر ہوتا
کاش میں ہوا ہوتی
وہ میرے دکھ سکھ کا ساتھی آدم ہوتا
کاش اسے میرے دل و جذبات کا احساس ہوتا
کاش وہ میرا راز اور میں اسکی ہم راز ہوتی
کاش
ہم صدیوں پہلے کے بھولے انسان ہوتے
نہ عیش عشرت کی خواہش ہوتی
نہ بھوک نہ کپڑوں کی فکر ہوتی
کاش ہماری اک راہ ہوتی اک منزل ہوتی
پر افسوس ہم سے سادگی اب کوسوں بھاگتی ہے
منزلیں ہماری سو جاتی ہیں
راہیں ہماری بھاگتی ہیں

اے بندے! بندہ بن جا

اے بندے! بندہ بن جا
رنگ برنگی کریمیں لگا کر خود کو بندر نہ بنا
بندہ ہے تو بندے بندہ بن جا
جھوٹے رنگ ڈھنگ کا کیا من کرتا ہے
کیوں اپنا وقت پیسا برباد کرتا ہے
اک دن ایسا وقت بھی آئے گا
جس دن تو پچھتائے گا
یہ بازار کا خریدا ہوا رنگ تیرا
ساتھ نہ نبھائے اتر جائے گا
نہ گورے ہونے پہ کیوں شرمائے
گورا رنگ دیکھ دوجے کا اپنا دل جلائے
تجھے دیکھ سوہنے رب نے سونے جیسا بنایا
تجھے دوسروں سے اور دوسرے کو تجھ سے الگ بنایا
اگر ہم سب پہ گورا رنگ چڑھ جاتا
تو کیا اک دوجے کو کوئی پہچان پاتا
ناداں دنیا کا دل گورے رنگ سے تھوڑی جیتا جاتا ہے
عزت و احترام کے آداب وفا حیا سے دنیا کو

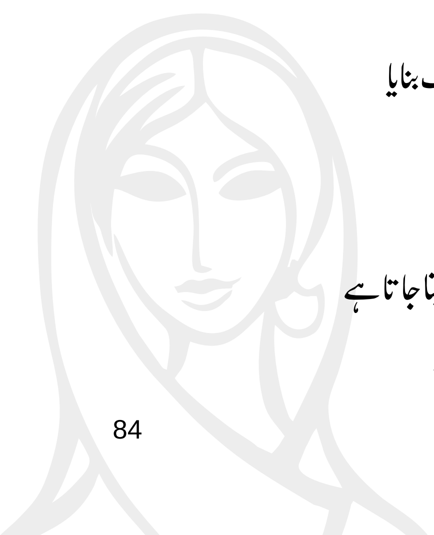

جیتا جاتا ہے

میری ماں! تو نگاہ میں حیا کا سرمہ لگا

ماتھے پہ غیرت کا تاج سجا

دغا بازی کی خوشبو نہیں سچائی کا عطر لگا

نہ ڈر! بے دل اس دل کو تو نہ بنا

خوف خدا اور دریا دل سے اس دل کو سجانا

یاد رکھ بندے تو جہاں جہاں جائے گا

دنیا کی الفت کو سمیٹتا جائے گا

تن گورا کر کیا پائے گا

یاد رکھ من گورا کر تو دنیا جیت جائے گا

بندہ ہے تو بندے بندہ بن جا

عاشقی

عاشقی لفظوں کا کھیل نہیں

جزبوں کا کمال ہے

کوئی جذبوں کے اظہار کو

سمجھے تو بات بنے

یوں تو عشق راہ سب ہی مرے خودکشی کر لے

پر کوئی عشق کے آنگن گھنگھرو باندہ ناچے

تو بات بنے

محبتوں کے راز ہیں چاہتوں پہ یقین نہ آئے کبھی کبھی

چاہتوں کا جادو ہے عداوتوں پے پیار آئے کبھی کبھی

گر کر سنبھل جانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں

گرے ہوؤں کو سہارا دیتا ہے حوصلہ کبھی کبھی

جو بکھرے ہوئے آشیانے کو سمٹ کر رکھ دے

ایسی آندھی تو چلتی ہے یادوں کی کبھی کبھی

یوں تو میرے شہر میں چراغوں کی کمی نہیں

پھر بھی کسی کا نام لے کر دل جلا لیتے ہیں کبھی کبھی

اٹھے نظر تو جھک نہ پائے! جھکے نظر تو اٹھ نہ پائے

انہیں سامنے پا کر ایسے بے بس بھی ہوئے ہم کبھی کبھی

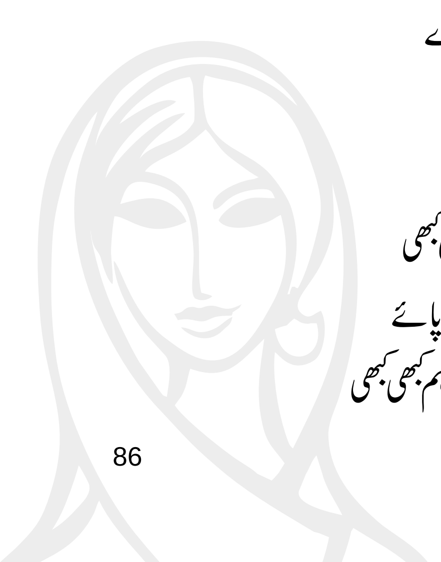

کس پر کرے اعتبار اس دور میں نہیں کوئی ایسا
ہم نے ہواؤں کو رخ بدلتے دیکھا ہے کبھی کبھی
آگے بڑھے تو منزل نہ ملے پیچھے مڑے تو راہ نہ ملے
تقدیر لے ہی آتی ہے ایسے مقام پہ کبھی کبھی

تیری الفت کا نہیں قربت کا طلبگار تھا
تیری قربت کا کم دید کا زیادہ طلبگار تھا
تیرے پہلو میں بیٹھنے کے آرزومند اور ہیں
میں تو تیری محفل میں آنے کا طلبگار تھا
اپنی وفائیں لٹائے ہم پہ یہ ہرگز نہ چاہا
میں تو دل و جان نثار کرنے کا طلبگار تھا
رنج تیری بے رخی کا نہیں ہے غم اپنی نادانی کا
تو بے خبر تھا رسم الفت سے دل تیری وفا کا طلبگار تھا
خالی ہاتھ بھی لوٹا تو نہیں ہوں پشیمان
یہ دل تیرے در پہ دامن پھیلانے کا طلبگار تھا

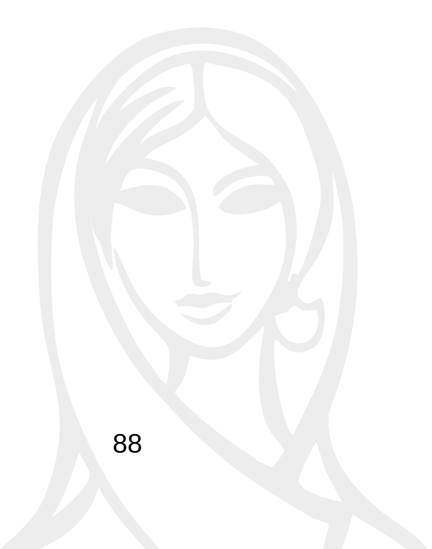

ہے وفاؤں سے وہ بے خبر تو کیا ہم جانتے ہیں
بے وفاؤں سے وفائیں نبھانا ہم جانتے ہیں
اگر وہ پھولوں کی تبسم چرانے کی ادا رکھتا ہے
تو ہم اسی سے اسے چرانے کا ہنر جانتے ہیں
مرجھائے گل کو پیار کرے کانٹوں کے مقدر پہ رنج
ہائے کتنا معصوم ہے میرا صنم ہم جانتے ہیں
اسے کہوں کہ نبھا کرنے کی حامی تو بھرے
وفا کی ساری رسمیں نبھانا ہم جانتے ہیں
تو بڑا ہی نافرمان ہے اے دل مانی میری نہیں
اسکے قدموں کی خاک بن کر رہے گا ہم جانتے ہیں

تیرے دل میں کاش میرا خیال ہو
جیسا میرا ہے تیرا بھی حال ہو
عشق میں کٹ گی اس سادگی سے عمر
کہ جیسے مرنے والے کو نہ مرنے کا خیال ہو
کرے تجھ سے تیری ہی بے رخی کا گلہ
ہم دیوانوں کی ایسی بھی کیا مجال ہو
کسی سنگ دل کے عشق میں جیسے تڑپا میں
الٰہی میرے دشمن کا بھی نہ ایسا حال ہو
پھولوں کی طرح جو دل مسلتے ہیں
خدایا انہیں کچھ تو قدرت کا خیال ہو

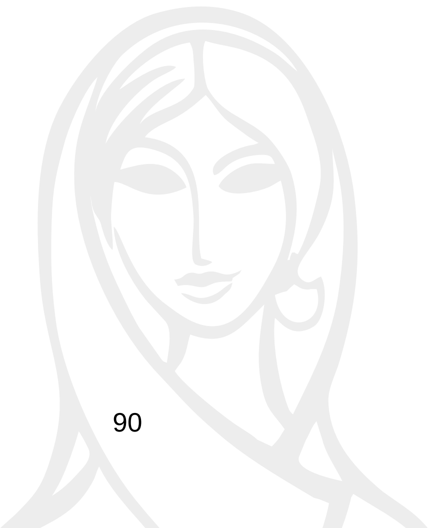

وہ جاتے ہوئے مجھے آنسوؤں کی سوغات دے گیا
جس کا کوئی علاج نہیں وہ درد مجھے ایسے دے گیا
جن راہوں کی کوئی منزل ہی نہیں
جاتے ہوئے انہی راہوں کا مجھے پتہ دے گیا
وہ چھین کر مجھ سے ساری زندگی کی بہاریں
اور بدلے میں رت خزاں کا پیرہن دے گیا
جن کی ٹھنڈک سے میری آنکھیں بھی جل اٹھی
میری آنکھوں کو ایسے ہی نامکمل خواب دے گیا
مجھے اپنے شہر کی سہانی رت لگے بے رونق سی
وہ اداسی کا کچھ ایسا منظر میری بینائی کو دے گیا
جدائی کے وہ زخم جنہیں اب قربت نہ بھرے گی
میرے دل کو وہ ظالم ایسے گھاؤ دے گیا

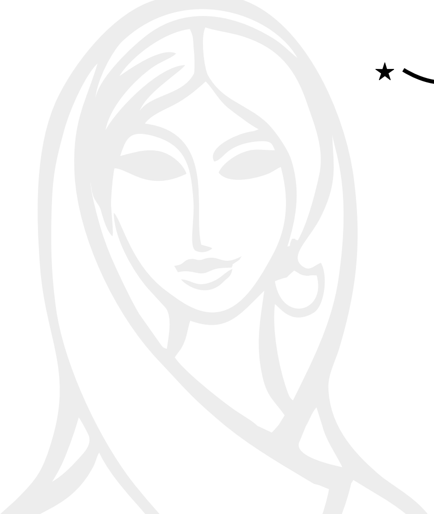

بے وفاؤں سے وفا کر کے کوئی دکھالے تو بات بنے

گرے ہوئے کو کوئی گرا سہارا دے تو بات بنے

محبتوں میں ہزار وعدے کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں

چاہتوں میں اک وعدہ نبھا کر دکھاؤ تو بات بنے

یوں تو وہ دل جیتنے کا ماہر ہے اے دل!

کبھی دل ہار کر دکھائے تو بات بنے

پھولوں کو تو چوم کے سینے سے سبھی لگاتے ہیں

کوئی کانٹوں کو سینے سے لگا کر دکھائے تو بات بنے

یوں تو سبھی پوچھتے ہیں مریض غم کا حال

کوئی اسکے غم کو بانٹے بھی تو بات بنے

عاشقی لفظوں کا کھیل نہیں جزبوں کا کمال ہے

کوئی جزبوں کے اظہار کو سمجھے تو بات بنے

مصنفہ: نگینہ آصف

قومی ادارہ برائے وقارِ نسواں

گورنمنٹ آف پاکستان

سیکنڈ فلور، 21 ایسٹ، ہُما پلازہ، بلو ایریا فضلِ حق روڈ، اسلام آباد

فون: +92-51-920804-9224875

فیکس +92-51-9224877

Web: www.ncsw.gov.pk, E-mail: info@ncsw.gov.pk